عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۲ | ۷تا۱۳/ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰ جنوری تا ۱۲/ فروری ۲۰۰۴ء | شمارہ ۳۶-۳۷

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ہماری مشکلات کا یقینی حل

ہندوستان کی تعمیر وترقی میں فضلائے مدارس کا کردار

قربانی

حقیقتِ اسلام کا ایک جزو

Email: editorkn@yahoo.com Website: http://www.khatme-nubuwwat.org http://www.khatm-e-nubuwwat.co

کیا مرحوم کی قربانی کے لئے اپنی قربانی ضروری ہے:

س:..... میں نے سنا ہے کہ اگر اپنے کسی مرحوم عزیز کے نام سے قربانی کرنا چاہیں تو پہلے اپنے نام سے قربانی کریں۔ کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک سال تو میں نے اپنے نام سے قربانی کردی دوسرے سال کسی عزیز کے نام سے قربانی کرسکتا ہوں یا جب بھی اپنے مرحوم عزیز کے نام سے قربانی کرنا چاہوں تو ساتھ مجھے اپنے نام سے بھی قربانی کرنی پڑے گی۔ اگر اتنی گنجائش نہ ہو تو؟

ج:..... اگر آپ کے ذمہ قربانی واجب ہے تو اپنی طرف سے کرنا تو ضروری ہے۔ بعد میں گنجائش ہو تو مرحوم کی طرف سے بھی کردیں اور اگر آپ کے ذمہ قربانی واجب نہیں تو مرحوم کی طرف سے کرسکتے ہیں، اپنی طرف سے خواہ نہ کریں۔

مرحوم والدین اور نبی اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی دینا:

س: جس صاحب حیثیت شخص پر قربانی فرض ہے وہ اپنی طرف سے قربانی کے ساتھ اپنی بیوی، مرحوم والدین، نبی اکرم ﷺ، امہات المومنین، اپنے مرحوم دادا دادی کی طرف سے بھی قربانی کرے تو کیا جائز ہے؟ اور کیا ثواب ان کو پہنچ جائے گا؟

ج: گنجائش ہو تو اپنے مرحوم بزرگوں کی طرف سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ضرور قربانی کی جائے، بہت ہی مبارک عمل ہے، ان سب کو اس کا ثواب انشاء اللہ پہنچے گا۔

اگر کفایت کرکے جانور خرید سکتے ہیں تو قربانی ضرور کریں:

س:..... ہمارے والد صاحب ملازم ہیں اور جو تنخواہ ملتی ہے وہ مہینے کے مہینے کھا پی لیتے ہیں، لیکن تنخواہ اتنی ہے کہ اگر کفایت سے خرچ کی جائے تو قربانی کا جانور خرید سکتے ہیں بتایئے والد صاحب پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

ج:..... اس صورت میں قربانی واجب نہیں البتہ اگر گھر میں اتنی نقدی ہو جو نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے، یا کفایت شعاری کرکے اتنی رقم جمع کرلیں جو نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو قربانی واجب ہے، اور اگر کفایت شعاری کرکے قربانی کی رقم بچائی جاسکتی ہے تو قربانی کرنا بہتر ہے، واجب نہیں۔

فوت شدہ آدمی کی طرف سے کس طرح قربانی دیں:

س:..... کوئی آدمی فوت ہوجاتا ہے فوتگی کے بعد اس کے ورثاء اس کے لئے قربانی دینا چاہتے ہیں قربانی دینے کا کیا طریقہ ہوگا؟ گوشت کی رقم کا طریقہ اور قربانی کی حد کیا ہے؟

ج: وفات یافتہ حضرات کی طرف سے جتنی قربانیاں کی جاہے کرسکتے ہیں گوشت کی تقسیم کا کوئی الگ طریقہ نہیں بس فوت شدہ آدمی کی طرف سے قربانی کی نیت کرلینا کافی ہے۔

مرحوم والدین کی طرف سے قربانی دینا:

س:..... کیا قربانی فوت شدہ والدین کی طرف سے دی جاسکتی ہے جب کہ خود اپنی ذاتی نہ دے سکے؟

ج:..... جس شخص پر قربانی واجب ہو اس کا اپنی طرف سے قربانی کرنا لازم ہے اگر گنجائش ہو تو مرحوم والدین وغیرہ کی طرف سے الگ قربانی دے اور اگر خود صاحب نصاب نہیں اور قربانی اس پر واجب نہیں تو اختیار ہے کہ خواہ اپنی طرف سے کرے یا والدین کی طرف سے، اگر میاں بیوی دونوں صاحب حیثیت ہوں تو دونوں کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے اسی طرح اگر باپ بھی صاحب نصاب ہو اور اس کے بیٹے بھی برسرروزگار اور صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے، بہت سے گھروں میں یہ دستور ہے کہ قربانی کے موقع پر گھرانے کے بہت سے افراد کے صاحب نصاب ہونے کے باوجود ایک قربانی کرلیتے ہیں، کبھی شوہر کی نیت سے، کبھی بیوی کی طرف سے اور کبھی مرحومین کی طرف سے، یہ دستور غلط ہے بلکہ جتنے افراد مالک نصاب ہوں ان سب پر قربانی واجب ہوگی۔

زکوٰۃ نہ دینے والے کا قربانی کرنا:

س:..... اگر کوئی شخص زکوٰۃ تو ادا نہیں کرتا لیکن قربانی کرتا ہے تو اس کی قربانی قبول ہوگی یا نہیں؟

ج:..... اگر خلوص سے قربانی کرے تو قربانی کا ثواب ہوگا اور زکوٰۃ نہ دینے کا وبال الگ ہوگا اور اگر محض گوشت کھانے یا لوگوں کے طعنہ سے بچنے کے لئے قربانی کرتا ہے تو ظاہر ہے کہ ثواب بھی نہیں ہوگا بلکہ مخلوق کو دکھلاوے کے لئے عمل کرنے کی وجہ سے مزید عذاب ہوگا۔

ہفت روزہ
ختمِ نبوۃ

جلد:۲۲ شمارہ:۳۶/۳۷ ۷تا۱۴/ذوالحجہ۱۴۲۴ھ مطابق ۳۰/جنوری تا۱۲/فروری ۲۰۰۴ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا اللہ وسایا

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید انظر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم (مولانا محمد رابع حسنی ندوی)	6
قربانی حقیقت اسلام کا ایک جزو (مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی)	10
ہندوستان کی تعمیر و ترقی میں فضلائے مدارس کا کردار (ڈاکٹر محمد مسعود عالم قاسمی)	13
ہماری مشکلات کا یقینی حل (مولانا عتیق احمد بستوی)	18
قربانی کی اہمیت اور اس کے مسائل (مفتی عبدالقیوم دین پوری)	20
اخبار عالم پر ایک نظر	23

زرتعاون بیرون ملک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۴۰ امریکی ڈالر

زرتعاون اندرون ملک: فی شمارہ: ۷ روپے، ششماہی: ۱۷۵ روپے۔ سالانہ: ۳۵۰ روپے
چیک۔ ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت۔ اکاؤنٹ نمبر 363-8 اور اکاؤنٹ نمبر 927-2 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ کراچی پاکستان ارسال

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۵۱۴۱۲۲_۵۸۳۴۸۶، فیکس: ۵۴۲۲۷۷
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون: ۷۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۷۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقیدۂ ختم نبوت‘ تکمیل دین اور عبادت حج

ذی الحجہ کو جس طرح اسلام کے پانچویں رکن اور اہم ترین عبادت حج کے اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمان ان دنوں سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں کہ خود اللہ تعالیٰ نے ان دنوں کی سورۂ فجر میں قسم کھائی ہے اور سورۂ بقرہ میں فرمایا ہے کہ حج کے مشہور اور معروف مہینہ میں اسی اعتبار سے یوم عرفہ کی اہمیت ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل دین کی آیت اتار کر عقیدۂ ختم نبوت کی مہر کو مضبوط اور موثق کردیا۔ باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

”آج کے دن ہم نے دین اسلام کو مکمل کردیا اور اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔“ (سورۂ مائدہ:۳)

گویا جو سلسلہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع فرمایا تھا‘ اس کی تکمیل نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر فرما کر اب سلسلہ نبوت ورسالت کا دروازہ بند کردیا گیا۔ اب نہ کسی نئے نبی کی ضرورت رہے گی اور نہ ہی کسی اور شریعت کی۔ کیونکہ کسی چیز کی تکمیل کا معنی یہ ہے کہ اب یہی چیز قیامت تک کارآمد رہے گی۔ گویا اب قیامت تک نہ کسی کتاب کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی شریعت کی اور نہ ہی کسی دین کی۔ نبوت ورسالت کے انقطاع کی تصریح تو اللہ تعالیٰ نے پہلی ہی اس آیت میں فرمادی تھی:

”نہیں ہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے والد بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبوت پر مہر لگانے (یعنی خاتم النبیین) ہیں۔“ (سورۂ احزاب:۴۰)

تکمیل دین کی اس آیت پر اب اس بات کی بھی واضح طور پر نشاندہی کردی گئی کہ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبوت ورسالت کی ضرورت باقی نہیں رہی بلکہ اب قیامت تک آپ کی نبوت ورسالت ہی رہنمائی اور رشد وہدایت کا ذریعہ ہوگی‘ اس طرح دین اسلام بھی قیامت تک کے لئے پسندیدہ اور نجات دلانے والا دین ہوگا۔ اس لئے دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

”جو کوئی اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو پسند کرے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔“

دین اسلام کی اسی تکمیل اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو نعمت اور پسندیدہ قرار دینے کی اہمیت صرف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہی نہیں تھی بلکہ دور نبوت کے اہل علم یہودی بھی اس کی عظمت اور اہمیت سے واقف تھے۔ اس بنا پر ایک یہودی نے خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ہمارے دین کے بارے میں یہ آیت نازل ہوتی تو ہم اس دن کو ”عید“ کا دن قرار دیتے اور قیامت تک اس دن کی خوشیاں مناتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے نزول کے لئے مسلمانوں کا مبارک ترین دن مقرر کیا ہے اور ہم اس دن اپنی سب سے اہم عبادت حج کا اہم رکن ادا کرکے اس کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ یہ آیت یوم عرفہ ۹/ذی الحجہ کو نازل ہوئی اور یوم عرفہ مسلمانوں کے لئے عظمت‘ نجات اور مغفرت کا دن ہے اور شیطان کے لئے ذلت ورسوائی اور خواری کا دن ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر یوم عرفہ کے دن اچانک مسکراہٹ نمودار ہوئی تو اہل سر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دریافت پر فرمایا کہ میں شیطان کو اپنے چہرہ پر مٹی ملتے اور سر پر دو ہتڑ چلاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ واویلا کررہا ہے کہ ہائے میری برسوں کی محنت چند گھنٹوں میں ضائع ہوگئی اور عرفہ میں پہنچنے والے افراد کی آسانی سے مغفرت ہوگئی۔ اس بنا پر یہ کہنا کہ ہر سال یوم عرفہ مسلمانوں کو عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کا احساس دلاتا ہے اور متوجہ کرتا ہے کہ تکمیل دین اور پسندیدہ دین کے حامل امت مسلمہ اس دین کی پسندیدگی اور نعمت اور تکمیل دین اور اس حج کے اعزاز میں گناہوں کی مغفرت اور حاجی کا بچے کی طرح گناہوں سے پاک صاف ہوکر آنا اور روضہ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پیش کرکے شفاعت کا مستحق بننا۔ حرم بیت اللہ کی ایک ایک نیکی کا ایک ایک لاکھ کے برابر اجر حاصل کرنا۔ مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی مسجد نبوی) میں نماز کا ثواب پچاس ہزار گنا حاصل کرنا۔ مزدلفہ کی شب کا شب قدر سے افضل ہونا اور گھر پہنچنے تک دعاؤں کا قبول ہونا‘ یہ سب مرہون منت ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت اور حضور صلی

ختم نبوت

اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وابستگی کے اور اس اجر وثواب کے دشمن چاہے عیسائی اور یہودی کی شکل میں ہوں یا کوئی بھی لبادہ اوڑھ کر کسی اور شکل میں وہ امت کو اس اعزاز سے محروم کرنے کے لئے مختلف ڈھونگ رچاتے رہتے ہیں۔ مسیلمہ کذاب اٹھا تو اس نے شراکت نبوت کا شوشہ چھوڑ کر امت کا رشتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے توڑنے کی کوشش کی۔ خلیفہ اول سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس کو جہنم رسید کر کے امت کو اس فتنہ سے محفوظ کیا۔ ہر دور میں دجال وکذاب اسلام اور بزرگی کا لبادہ اوڑھ کر امت کو گمراہ کرنے کے درپے ہوئے مگر امت کے علماً صلحاً ومشائخ اور اہل دین نے ان کے منصوبوں کو ناکام بنایا تو انگریز کے خودکاشتہ پودے مرزا غلام احمد قادیانی نے ظلی بروزی اور مسیح موعود کا لبادہ اوڑھا اور انگریز حکومت کو ظل خداوندی اور اللہ کا نور قرار دے کر ایک طرف جہاد کو منسوخ کیا اور دوسری طرف حج کی منسوخی کا اعلان کر کے قادیان کی زیارت کو حج قرار دیا تو علماً کرام حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی کے استفتاء کے جواب میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور علماً دیوبند حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ اور علماً بریلوی اور مسلک اہل حدیث کے اہل علم مشترکہ طور پر میدان عمل میں اترے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے ساتھ تکمیل دین اور پسندیدہ دین اور نعمت دین کو ختم کرنے کی اس سازش کو ناکام بنایا اور الحمدللہ آج امت کے ایک ارب بیس کروڑ مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ رہ کر عقیدۂ ختم نبوت کی عظمت کا عملی اظہار کر رہے ہیں اور ہر سال بیس لاکھ سے زائد مسلمان "لبیک اللھم لبیک" کی صدائیں بلند کرتے ہوئے میدان عرفات میں تکمیل دین اور انعامات دین کا مشاہدہ کرتے ہوئے پوری دنیا کے سامنے واضح ثبوت پیش کر رہے ہیں کہ ہر سال یوم عرفہ جھوٹے مدعیان نبوت کے چہرہ پر کالک پھیرتا ہوا اعلان کرے گا کہ نجات کا راستہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستگی میں ہے اور ہر جھوٹا مدعی نبوت مدعی مسیح موعود چاہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کی شکل میں ہو یا یوسف کذاب ملعون گوہر شاہی سلمان رشدی عتیق الرحمٰن اور اس کی ذریت و مرزا بشیر الدین محمود مرزا ناصر مرزا مسرور کی شکل میں ہو وہ کذاب اور دجال کی فہرست میں تو ہو سکتا ہے کسی مصلح امت کی حیثیت سے نہیں۔ یہ ختم نبوت کا پیغام ہے اور یہی یوم عرفہ کا پیغام اور اس عقیدہ کے ساتھ حج کی برکات اور اعزاز وانعامات سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت نہ ہو تو نہ نمازیں مقبول ہیں نہ حج اور روزے اور نہ لمبی لمبی نوافل اور تہجد۔ گھر سے بیت اللہ کے لئے عازم سفر ہونا بیت اللہ کا طواف میدان عرفات کی آہ وزاری مزدلفہ کی شب بیداری شیطان پر کنکریاں برسانا اور طواف زیارت کے ذریعہ حج کی فضیلتوں کا حاصل کرنا یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا صدقہ ہے اور اسی صدقہ اور وسیلہ سے محروم کرنے کے لئے مسیلمہ کذاب سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی تک مصروف عمل ہیں لیکن امت مسلمہ نے ہمیشہ ان کوششوں کو ناکام بنایا ہے اور آئندہ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہر رکن اور ہر مسلمان عقیدۂ ختم نبوت کے باغیوں کی غیر اسلامی سرگرمیوں سے امت کو بچانے کے لئے بھرپور کردار ادا کرتا رہے گا۔

حضرت نفیس شاہ سے پوچھ گچھ اور علماً کرام کا مطالبہ

گزشتہ اداریہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ پاکستان کی عظیم روحانی شخصیت اور شیخ طریقت امیر شریعت حضرت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ صاحب زید مجدہم کی خانقاہ پر چھاپے اور حضرت شاہ صاحب سے ایک شخص کے بارے میں پوچھ گچھ پر احتجاجی پریس کانفرنس شائع کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ذمہ دار حضرات کے خلاف کارروائی کی جائے۔ ہماری اطلاع کے مطابق تاحال ایسی کوئی کارروائی نہیں کی گئی اور اس کو ایک معمول کا واقعہ سمجھ کر نظر انداز کر دیا گیا ہے جبکہ پرویز مشرف پر قاتلانہ حملہ کی آڑ میں دینی مدارس اور بزرگ ہستیوں پر چھاپوں کا سلسلہ جاری ہے۔ دوسری طرف وانا اور جنوبی وزیرستان میں امریکہ کی ایما پر آپریشن کا سلسلہ دراز سے دراز تک ہوتا چلا جا رہا ہیں۔ تیسری طرف ملک کے محسن سائنس دانوں کی زندگیاں اجیرن کی ہوئی ہیں اور ان سائنس دانوں کے خلاف یہ تحقیقات ایران کے ایک مفروضہ بیان کو بنیاد بنا کر کی جا رہی ہے۔ اس بنا پر ملک میں نفرت کی ایک فضا بہت تیزی سے پھیل رہی ہے جو کہ ملک کے مفاد میں کسی طرح نہیں۔ ہم ارباب اقتدار کو بتانا چاہتے ہیں کہ افسر شاہی کا یہ طرز عمل انگریز حکومت کے زمانہ میں بھی قابل برداشت تھا کہ ملک پر دشمنوں کی حکومت تھی اور ان سے نفرت ملک کی آزادی کے لئے بہتر تھی مگر موجودہ دور میں یہ چیز ملک وملت اور قوم کے لئے مناسب نہیں۔ اس لئے حکومت فوری طور پر ایسے اداروں کے افراد کے خلاف کارروائی کرے جو کہ ملک کے دینی مدارس خانقاہوں ارباب دعوت وتبلیغ اور بزرگ ہستیوں سے متعلق غلط رپورٹ بنا کر کے ملک میں نفرت کی فضا پھیلا رہے ہیں۔ ملک وملت کے ان محسنین کو اعزاز دینے کی ضرورت ہے۔ اسی میں حکمرانوں کا فائدہ ہے اور اسی میں ملک کی بقا ہے اللہ تعالیٰ حکمرانوں کو عقل سلیم عطا فرمائے۔ آمین۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

انسانی مخلوق کو زندگی کے صحیح اور مناسب کردار کے راستہ پر چلانے کے لئے ان کا پروردگار خود انسانوں میں سے ایسے اشخاص کو مقرر فرماتا رہا ہے جو اس کے مفوضہ کام کو اخلاص وہمت سے انجام دے سکیں' ہدایت کے اس اہم کام کے لئے پروردگار عالم کی طرف سے جو انسان مقرر ہوئے وہ نبی اور رسول کے لفظ سے یاد کئے جاتے رہے وہ اپنی نفسیاتی عقلی و جسمانی خصوصیات میں مکمل اور اپنے ہم جنسوں میں فائق اور بلند خصوصیات کے حامل ہوتے تھے' یہ سلسلہ انسانوں کے مورث اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک قائم رہا' انبیاؑ میں اعلیٰ خصوصیات وصلاحیتوں کے ہونے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو پیدا کئے جانے کے لحاظ سے حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن کو اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کے معاملہ میں بہترین اور مکمل بنایا اور اس کے لئے خاص طور پر آپ کو زندگی کے مختلف و متنوع نشیب و فراز سے گزارا جو انسان میں مختلف حالات کو جھیلنے اور مناسب راہ نکالنے کے لئے معاون ہوتے ہیں' اولاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یتیم پیدا کیا' پیدا ہونے کے بعد آپ کی نگاہ جب باشعور ہوئی تو آپ نے دیکھا کہ آپ کو سایہ پدری حاصل نہیں جب کہ سینکڑوں آپ کے ہم سنوں کو یہ حاصل ہے' یہ بات ایک معصوم اور صغیر السن بچے کے قلب وذہن کے لئے ایک بوجھ اور شکستہ دلی کا باعث ہوا کرتی ہے' پھر مزید یہ کہ چھ سال کی عمر میں ہی سایہ مادری بھی باقی نہ رہا' اور اس کے بعد پھر شفقت کرنے والا دادا بھی ۸ سال کی عمر میں موجود نہ رہے' ان محرومیوں کو اگر بچہ بحسن وخوبی نہ جھیل سکے تو اس کی زندگی کی راہ پیچیدہ ہو جاتی ہے اور زندگی میں اس کی کامیابی مبہم ہو کر رہ جاتی ہے' لیکن اگر اس بوجھ کو خداداد ہمت سے وہ جھیل لے تو اس کی شخصیت میں مشکل حالات کو جھیلنے اور ان میں ضرورت اور پسند کی راہ نکالنے کی خاص صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہمت خصوصی طور پر عطا فرمائی جس کی بنا پر آپ میں حالات اور واقعات کے تقاضوں کو مناسب ڈھنگ سے محسوس کرنے اور زندگی کے چیلنجوں کا مناسب ڈھنگ سے مقابلہ کرنے کی سمجھ اور ہمت پیدا ہوئی اور جلد ہی آپ نے باعزت زندگی کی راہ اختیار کی اور زندگی کو عزت نفس اور عالی ہمتی سے آراستہ فرمایا' مزید یہ کہ آپ میں زندگی اور کائنات کے سربستہ راز کو سوچنے اور سمجھنے کی کوشش کا ذوق پیدا کیا' چنانچہ آپ نبوت ملنے سے قبل ہی شہر کی آبادی سے نکل جاتے اور آبادی سے الگ ایک غار میں کچھ وقت گزارا کرتے' ظاہر ہے آپ کا تنہائی اور تخلیہ میں کچھ وقت گزارنے کا جذبہ و تقاضا اعلیٰ حقیقت کی طلب اور اس کے سلسلہ میں غور وفکر کے لئے رہا ہوگا' انہی جیسے احساسات کے نتیجہ میں تھا' پھر چونکہ پروردگار عالم نے عربوں اور غیر عربوں کے حق اور خدا کی بندگی کی صحیح راہ سے بہک جانے کو دیکھتے ہوئے ان کی ہدایت کے لئے آپ کو مقرر کرنا طے کیا' اس لئے پردۂ غیب سے وہ اشارے آنے لگے اور نبوت ملنے سے قبل ہی حجر وشجر سے اللہ تعالیٰ کے نبی کے عنوان سے مخاطب کرنے کی آوازیں بھی آنے لگیں' جن کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تعجب سے متوجہ ہو جایا کرتے' لیکن کوئی قابل نظر نہ آتا کانوں کو ان صداؤں سے آشنا کر دینے کے بعد باقاعدہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان صداؤں کی حقیقت لے کر آپ کے پاس آپ کے تخلیہ کی جگہ غار حرا پہنچے اور نبوت کا پیغام پہنچایا' پھر وقت کے کچھ فرق سے اپنی اصل شکل میں بھی افق پر ظاہر ہوئے تاکہ ذہن کے کسی گوشہ میں پیغام خداوندی کے لانے والے اس فرشتہ کو نامعلوم محسوس کرنے کا کوئی شائبہ نہ رہ جائے۔

اس طرح آپ پر نبوت ورسالت کا وہ عظیم بار ڈالا گیا جو وسعت کے لحاظ سے دیگر تمام انبیاؑ پر نہیں ڈالا گیا تھا' جس کو آپ کے خداداد فراست رکھنے والے قلب وذہن نے اس کی ذمہ دارانہ اہمیت کو محسوس کیا اور آپ نے اپنی عاقل ومخلص اہل خانہ سے بھی اس واقعہ کا اور اس کے عظیم بوجھ محسوس کرنے کا تذکرہ کیا' انہوں نے تسکین دی اور آپ کی اعلیٰ انسانی صفات' کریم النفسی اور اعلیٰ انسانی کردار کی مثالوں کے حوالہ سے اس کو بلند اور مقدس ذمہ داری قرار دیا اور مزید تقویت کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ

ختم نبوۃ

اسلام کی تعلیمات سے آشنا اپنے بھائی ورقہ بن نوفل سے جا کر تصدیق کرائی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ میں اس بار کے اٹھانے اس بار عظیم کو یعنی عظیم دعوت دین کی خاردار گزرگاہوں میں چلنے کو ہمت و بلند نظری سے قبول کیا اور ہمت اور عزیمت کے ساتھ نبھایا' آپؐ نے آغاز عمر سے ہی زندگی کی خاردار راہ کو طے کیا تھا۔

باپ کی طرف سے یتیمی کے مرحلہ سے آپؐ کو پیدائش سے قبل ہی سابقہ پڑا تھا' پھر ماں کی طرف سے یتیمی پھر قریبی مشفق و مربی یعنی دادا کی بھی ۸ سال کی عمر تک پہنچنے پر جدائی ہوگئی' لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر کرم رہی اور اس نے مشفق چچا عطا فرمایا جس کی ہمدردی و شفقت سے عمر کے پختہ ہوجانے کی مدت تک تعاون ملتا رہا اور جو نبوت ملنے کے بعد نبوت کے کام میں اپنوں کی دشمنی اور ایذا رسانی کو ناقابل برداشت حد تک پہنچنے سے بچانے میں معاون رہے' اسی کے ساتھ ساتھ آپ کو بفضل الٰہی ایک نہایت سمجھ دار اور باہمت و ہمدرد صفت اہلیہ بھی ملیں' جنہوں نے آپ کا مشکلات کے موقعوں پر بہت ہمدردانہ ساتھ دیا' لیکن رب العالمین نے دونوں کی طرف سے حصول ہمدردی کے اس مرحلہ میں کچھ عرصہ رکھنے کے بعد اس تعاون کی سہولت بھی آپؐ سے ہٹالی کہ آپ اس سے بھی مستغنی ہوکر اپنی راہ بنائیں اور اپنے خدا کی مدد پر انحصار کرتے ہوئے اب آپؐ صرف اپنے رب کی نگہبانی میں ہی مسئلے حل کریں' جس نے یہ عظیم ذمہ داری ڈالی ہے اس کی طرف سے مدد ہوتی رہے گی لیکن صبر و ہمت اور تنہا اپنے رب پر بھروسہ کا ثبوت دینا ہوگا' چنانچہ آپ نے دعوت کے کام کی خاردار راہوں پر چلتے ہوئے نبوت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں صرف دس سال گزارے تھے کہ مذکورہ بالا دونوں مشفقانہ و ہمدردانہ تعاون کے سہارے بھی ختم ہوگئے' سخت آزمائش کے کئی موقعوں پر ایسے میں آپ کی شخصیت وصفت برداشت اس عظیم معیار کے مطابق ظاہر ہوئی' اگر نہ ظاہر ہوئی ہوتی تو شاید برداشت سے باہر ہوجاتا' لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے اس عظیم منصب پر سرفراز کیا تھا جس میں مشکل سے مشکل حالات کا بخوبی مقابلہ کرنے کی طاقت عطا کی تھی' لہٰذا مکہ کے کافر آپ کو اور مسلمانوں کو اتنی ایذا پہنچاتے تھے کہ برداشت سے باہر ہوجاتا تھا' یہ آپ کی تربیت اور تسکین صبر کے نتیجہ میں تھا' ان کی اس ایذا رسانی سے بعض بعض کی موت تک واقع ہوئی تھی' خاص طور پر جو افراد قریشی خاندان کے نہ ہوتے یا غلام ہوتے ان کو حد سے زیادہ ایذا برداشت کرنا پڑتی ہے' جیسے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے سلسلہ میں آیا ہے کہ گرم پتھر پر لٹائے جاتے تھے اور گرم پتھر سے ان کے جسم کو داغا جاتا تھا کہ وہ وہ نہ کہیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں لیکن وہ عزیمت کے پیکر تھے: "احد احد" یعنی خدا تو ایک ہی ہے خدا تو ایک ہی ہے کہتے اور عقیدۂ توحید سے روگردانی نہ کرتے خاندان یاسر کے افراد کو تو اتنی ایذا دی جاتی کہ لوگوں کو دیکھنا مشکل ہوجاتا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی طرف کسی وقت گزر ہوتا تو آپ فرماتے:

"صبرا یا آل یاسر موعدکم الجنة"

ترجمہ: "اے یاسر خاندان والو! صبر کرو تم کو جنت ملے گی۔"

حضرت یاسرؓ ثابت قدم رہے' اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا کہ صرف برداشت کرنا ہے بدلہ نہیں لینا ہے' اسی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی تربیت و تعلیم اور اخلاق و محبت کی اثر انگیزی آپؐ کے رفقاء کے لئے ان ایذا رسانیوں میں صبر و ہمت پیدا کرتی تھی' آغاز اسلام سے ۱۳ سال تک کی یہ مدت اسلامی دعوت و ایمانی تربیت کے ساتھ اسی صبر و برداشت میں گزری۔

ایک موقع پر ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اب تو برداشت سے زیادہ ہوگیا ہے' آپؐ نے فرمایا: ابھی سے تم بے قرار ہوگئے' تم سے پہلے کی امتوں پر ایسے ایسے حالات گزرے کہ ان کے بدن لوہے کی کنگھیوں سے نوچے گئے اور انہوں نے صبر کیا' صبر کرو تم اطمینان رکھو' ایک وقت ایسا آئے گا کہ تم غالب ہوگے اور خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کبھی گندگی ڈال دی جاتی تھی' کبھی دوسری قسم کی ایذائیں پہنچائی جاتی تھیں کبھی راستہ پر کانٹے بچھائے جاتے تھے اور ایک موقع پر ابوجہل جو آپ کا بڑا مخالف تھا' آپؐ کے ساتھ بڑی ایذا رسانی سے پیش آیا' آپ کو بہت تکلیف ہوئی لیکن آپ نے کچھ نہیں کہا' تھوڑی دیر میں آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کو معلوم ہوا وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن بھتیجے کے ساتھ بدسلوکی سن کر غصہ آگیا اور جاکر ابوجہل کو زدوکوب کیا اور کہا کہ ہمت ہو تو ہمارے ساتھ کرو اور جوش میں آکر مسلمان ہوگئے اور اسلام و مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنے' اور ایک موقع پر حضرت عمرؓ بن خطاب جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے' بلکہ وہ اپنے ساتھیوں کی طرح اسلام دشمن بنے ہوئے تھے اور خاندان میں سخت دل مشہور تھے' کہنے سننے میں جوش میں آگئے اور کہنے لگے کہ ابھی جاکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام تمام کردیتا ہوں تاکہ قصہ ختم ہو' چنانچہ وہ لوگوں کے کہنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی نیت سے نکلے لیکن راستہ میں اپنی بہن کے گھر سے گزرے اور ان سے الجھے اور بہن کو مارا بھی پھر شرم آئی اور بات بنانے کے لئے کہنے لگے

www.amtkn.com www.facebook.com/amtkn313 www.emaktaba.info

کہ اچھا وہ قرآن دکھاؤ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے' اس کو پڑھنے سے دل پر اثر پڑا اور ان کی ترغیب پر مسلمان ہونے کی نیت کر لی' اور اپنے برے ارادہ سے باز آ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کے اس تیرہ سالہ ابتدائی دور میں صرف صبر کرنے کا حکم تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

"کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ۔"

ترجمہ: "اپنے ہاتھوں کو تھامے رکھو اور نماز قائم کرو۔"

یعنی رجوع الی اللہ اور دعا' عبادت سے قوت حاصل کرو' ایذا رسانیوں کو برداشت کرو' انتقام نہ لو' چنانچہ تمام مسلمانوں نے اس حکم کی بجا آوری پوری اطاعت واخلاص سے کی۔ یہ ۱۳ سالہ دور مسلمانوں کے ایمان اور حق کے لئے ہر طرح کی قربانی برداشت کرنے کی تربیت کا دور تھا اور یہ در اصل ان کی اس غیر معمولی تربیت کا دور رہا' جس کے بعد ان کو اپنے دین وایمان کے لئے کسی طرح کی قربانی دینے میں تردد یا بے ہمتی دکھانے کی کمزوری باقی نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایسی جماعت بننا تھا جو اللہ کے لئے اپنی جان ومال قربان کرنے میں کوئی جھجک نہ رکھتی ہو اور یہ بات اس امتحانی وتربیتی دور سے گزرنے پر مسلم معاشرہ کو بخوبی حاصل ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس سلسلہ میں سب سے زیادہ معیاری تھی۔ مکہ کی زندگی میں دشمنان اسلام کا اصل نشانہ وہی رہے' آپ بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے آتے اور دشمنوں کی طرف سے سب و شتم سنتے اور نماز پڑھ کر خاموشی سے واپس چلے جاتے ذرا مشتعل نہ ہوتے' آپ کے کاندھوں پر اوجھڑی بھی ڈالی گئی' جس کے اثر سے سجدہ سے اٹھنا مشکل ہو گیا' صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو انہوں نے آ کر اس گندگی کو ہٹایا' راستے میں کانٹے بچھائے جاتے' آپ یہ سب خندہ پیشانی سے برداشت کرتے' آپ کی دو صاحبزادیوں کو جو ابولہب کے بیٹوں کی بیویاں تھیں' ابولہب نے اپنے بیٹوں پر زور ڈال کر طلاق دلوادی اور ایک موقع پر قریش کے سب سردار ابوطالب کے پاس پہنچے اور ان سے سخت انداز میں کہا کہ اپنے بھتیجے کو روکیں ورنہ وہ لوگ کارروائی کریں گے' ابوطالب پریشان ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا کہ بھتیجے! قوم کے سردار میرے پاس آئے تھے اور تمہارے سلسلہ میں منع کرنے کے لئے کہہ رہے تھے' میں بوڑھا ہو گیا ہوں' مخالفت زیادہ نہیں جھیل سکتا' مجھ پر رحم کرو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا کہ رعایت اور خیال کرنے والے چچا بھی اب ہمدردی سے منہ موڑ رہے ہیں' آپ کو اپنے چچا سے ان کی ہمدردی اور شفقت طویل عرصہ سے مسلسل ملنے کی وجہ سے ان کی یہ معذرت بہت محسوس ہوئی' لیکن دین کا معاملہ تھا آپ نے فرمایا کہ میں اس کو تو نہیں چھوڑ سکتا خواہ یہ لوگ سورج و چاند توڑ کر لائیں اور میرے ہاتھ پر رکھ دیں' یہ فرما کر آپ لوٹنے لگے' چچا کی اس معذرت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے' چچا نے دیکھا ان کے دل پر اثر پڑا' چنانچہ آواز دی بلایا اور کہا جاؤ تم کو نہیں چھوڑوں گا خواہ یہ لوگ کچھ کہیں تم اپنا کام کرتے رہو' ایسی محبت و ہمدردی والا چچا لیکن جب ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کلمہ توحید کہنے کے خواہشمند ہوئے کہ آپ اتنا کہہ دیں باقی کے لئے میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں گا' لیکن انہوں نے قوم کی تنقید کے ڈر سے کلمہ پڑھنے کا عمل نہیں کیا' اگرچہ حضرت عباسؓ نے یہ محسوس کیا کہ خاموشی سے انہوں نے وہ کلمہ پڑھا' لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا لیکن دین کے بدلنے کے لئے ان کو مجبور نہیں کیا اور نہ جبر سے کام لیا' آپ کی وہ ایمانی شان بھی جو آپ کے رسول آخر الزماں کے مقام کے لائق تھی کہ کوئی کتنا ہی محبوب اور عزیز ہو اسلام کے تقاضے کے خلاف کوئی رعایت لفظاً نہیں فرمایا' خواہ دنیاوی تعلق کیسا قریب اور خاندانی ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں کفار کی طرف سے ایذا رسانی اور اس کے لئے برداشت کے سلسلے میں جو سخت آزمائشی مواقع پیش آئے ان سے ذہنی پریشانی بھی بہت ہوتی اور ابوطالب کے نہ رہنے سے بعض سنگین خطرات کا اندیشہ بھی بڑھ گیا' اس صورت میں آپ کو خیال آیا کہ مکہ کے ہمسر شہر طائف کی کسی بزرگ شخصیت کی انسانی ہمدردی اگر حاصل ہو جائے تو دعوت کے کام میں خطرات کی کمی ہو سکتی ہے' یہ صورت اس لئے بھی مناسب معلوم ہوئی کہ ایک ہی وقت میں آپ کے چچا اور آپ کی اہلیہ دونوں آپ سے جدا ہو گئے تھے اور آپ کو کسی مضبوط شخصیت کی ہمدردی وتعاون کے حصول کی ضرورت محسوس ہوئی تھی جس کی بنا پر اور آپ کی نظر طائف پر پڑی جہاں اس علاقے کی با اثر خاندانی شخصیتوں میں کئی ایک تھیں' آپ نے وہاں جا کر ان سے بات کرنے کا ارادہ کیا اور بر وقت سفر کر کے وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے تین سربراہوں میں سے کسی ایک کی حق کی خاطر ہمدردی وحمایت چاہی' لیکن خدا کو یہاں بھی آپ کے عزم واستقامت اور صبر وبرداشت کو ہی مقدم رکھنا تھا' لہٰذا ان سے ہمدردی نہیں ملی اور انہوں نے مسافروں کے ساتھ کیا جانے والا عربی

ختم نبوت

اخلاق بھی آپؐ کے ساتھ نہیں برتا اور قریش کے مخالفانہ رویہ کو بنیاد بناتے ہوئے آپؐ سے ہمدردی کرنے کو مسترد کردیا بلکہ عام انسانی اخلاق کے برعکس شہر کے اوباش لوگوں کو پتھر مارنے پر لگادیا جس سے آپؐ کے قدم مبارک لہولہان ہوگئے' پردیس میں اور ایسی بے بسی کی حالت دیکھ کر اللہ تعالیٰ کو خصوصی رحم آیا اور خصوصی مدد کی پیشکش ہوئی اور حضرت جبریلؑ پیغام لائے کہ زلزلہ کے ذریعہ ان ظالموں کو سخت سزا دی جاسکتی ہے' لیکن آپؐ نے عبدیت کے اعلیٰ معیار کو ترجیح دی' سزا دینے کی فرمائش نہیں کی اور اپنی دعا میں صرف اپنی بے بسی کے اظہار کے ساتھ حق کے لئے صبر و برداشت اور اپنے رب کی خوشنودی ہی پر اکتفا کرنے کو اختیار کیا جس کا اظہار آپؐ کی اس دعا کے الفاظ سے ہوتا ہے جو اس موقع پر آپؐ نے ادا فرمایا۔

دوسرا موقع وہ آیا جب آپ کے خاندان نے آپ کی جان ہی لے لینے کا منصوبہ بنایا' اپنے بااثر مشفق چچا کے فوت ہوجانے کے بعد ہی سے آپ کے قبیلہ کے جانی دشمن حضرات مزید بیباک اور ظالم ہوگئے تھے' اب انہوں نے اس منصوبہ کو ایک رات انجام دینے کا پروگرام بنالیا ان کے اس مصمم ارادہ قتل اور اس کی کھلی ہوئی کوشش کے علم میں آنے پر جس کی اطلاع اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو ملی' چنانچہ آپؐ نے اپنے رب کی اجازت سے رات کے اندھیرے میں وطن عزیز کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور مدینہ منورہ کا سفر فرمایا' جہاں کے لوگ پہلے سے ہمدردی اور تعاون کا یقین دلا چکے تھے' اور آپؐ کے وطن عزیز چھوڑ کر وہاں منتقل ہوجانے پر انہوں نے پورا تعاون بھی دیا' مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد پہلے اس شہر کے لوگوں کی ہمدردی سے مستفید ہونے لگی تھی' اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں آجانے سے مسلمانوں کی اپنی ایک جمعیت اور سوسائٹی قائم ہوگئی' جو با اختیار زندگی کی سہولت رکھتی تھی اور اپنا خود اختیاری نظام قائم کرسکتی تھی' لہٰذا یہاں سے مسلمانوں کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا' آپ کا اور آپ کی زندگی کا نیا مرحلہ بھی راحت و عیش کا نہ تھا' یہ نیا مرحلہ بھی آزمائشوں اور مشکل حالات سے گزرنے اور ایمان و یقین اور حکمت و صبر کی صفات کے ساتھ اس نظام زندگی کی دشواریوں سے گزرنے اور اس کے لائق حکمت عملی اختیار کرنے کا مرحلہ تھا' پہلا مرحلہ جو مکہ کا تیرہ سالہ مرحلہ تھا زندگی کی انفرادی مشکلات اور عزیز و اقارب کی عداوتوں اور ایذا رسانیوں کو پوری سیر چشمی کے ساتھ برداشت کرنے میں گزرا' ایمان و عزیمت' دعوت و تبلیغ اور مکارم اخلاق کا تھا' جس میں ظلم کا جواب دینے یا اس کے انتقام لینے کی اجازت نہ تھی' اب نئے مرحلہ میں دعوت کے مقصد کو سینے سے لگائے ہوئے اجتماعی زندگی کو مرتب کرنے اور اس کے معاملات کو دین حق کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے انجام دینا تھا اور عزیز و اقارب کے دائرہ سے آگے بڑھ کر مختلف النوع افراد اور جماعتوں اور مخالفوں سے معاملہ تھا' یہ نظام زندگی بھی اپنی الگ نوع کی مشکلات رکھتا تھا' اور اس میں اجتماعی زندگی کے بھی چیلنج سامنے آرہے تھے' جن کا مقابلہ بھی کرنا تھا اور جواب بھی دینا تھا' مکہ کی زندگی میں مسلمان مغلوب اور کمزور تھے' لیکن آپ ایمان و عمل میں پختہ اور ناقابل شکست ہمت و عزیمت کے مالک تھے' مقابلہ میں کمزوری اور برداشت کے ساتھ عقیدہ و عمل میں ہمت و عزیمت کو بہت صبر و حکمت کے ساتھ جمع کئے ہوئے تھے' اب مدنی زندگی میں کمزوری کی جگہ اجتماعی طاقت حاصل ہوگئی تھی' اس کی بنا پر اپنے دشمنوں سے اجتماعی سطح پر معاملہ رکھنا تھا اور ان کی دشمنی پر مناسب ردعمل ظاہر کرنا تھا' اس طرح سے ان نئے حالات میں نئے اسلوب و طریقہ سے ہمت و عزیمت کو اختیار کرنا تھا' سابقہ صورت حال بدل جانے کی دشواریوں میں تبدیلی نہیں آئی' البتہ اب دشواریوں کا طرز دوسرا ہوگیا' اب اجتماعی نظام زندگی میں ابھرنے والی مشکلات سامنے آئیں جن کے لئے ہمت و عزیمت اور صبر و حکمت کی اسی طرح ضرورت باقی رہی جو پہلے تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس کے مطابق چلایا اور نظام زندگی کو نئے تقاضوں کے مطابق بنایا اور مشکلات کے مقابلہ میں صبر و عزیمت کا پورا ثبوت دیا۔

مسلمانوں پر اب ان کے دشمن مسلح اجتماعی طاقت سے حملہ آور ہوتے اور آپ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کا اسی کے مطابق مقابلہ کرتے' پھر خود شہر کے اندر اجتماعی زندگی میں انفرادی مخالفانہ جذبات و عزائم جو دشمن فرقے یہودیوں کی طرف سے اور منافقین کی طرف سے پیش آتے ان کو جھیلتے اور ان کے سلسلہ میں مناسب رویہ اختیار کرنے کا عمل نہایت تحمل کے ساتھ کبھی برداشت کے ساتھ کبھی جزم و حزم کے ساتھ اختیار کرتے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے نہایت اعلیٰ اور جامع انسانی صفات عطا فرمائی تھیں' ایسی صفات کہ جن سے اپنے معاشرہ میں زبردست وقار قائم ہوا اور پُر ہمت اور پُر عزیمت کے لحاظ سے کوئی کوتاہی بھی نہیں کی اور اعلیٰ مقصد کے لئے اپنے عزیز اور قدر دانوں سے کسی بھی اختلاف ہونے پر کریمانہ برتاؤ ہی اختیار کیا۔

زندگی کے مختلف مراحل میں جیسا جیسا تقاضا پیدا ہوا' اس کو اعلیٰ اصول اور مقصد بلند کے بموجب ذمہ داری سے بخوبی انجام دیا' زندگی کے شعور کا زمانہ جو عموماً انسان کی چھ سالہ عمر سے شروع ہوتا ہے' آپؐ

کے لئے حالات بالکل ناسازگار تھے' ماں باپ دونوں سے محرومی ہو چکی تھی' لیکن آپ ؐ نے اپنی شخصیت کی تعمیر میں اس کو اثر انداز نہیں ہونے دیا اور قریب تر اعزہ سے جو محبت مل سکتی تھی اسی سے کام چلایا' آغاز جوانی تک اپنے شریفانہ اخلاق کو اپنے پورے معاشرہ میں تسلیم کرالیا اور عملی زندگی میں معاش کی ضرورت کو شریفانہ انداز میں پورا کیا اور عائلی زندگی بھی اچھے معیار سے شروع کی اور نبوت کی ذمہ داری ملنے پر اس کے اعلیٰ تقاضوں کو بخوبی پورا کیا اور اس سلسلہ میں جو مصائب پیش آئے خندہ پیشانی سے گوارہ کیا' بالآخر مخالفوں نے آپ کی زندگی ہی کو جب ختم کرنے کا تہیہ کرلیا تو نقل مکانی کی اور نیا دور شروع کیا یہ سب اللہ تعالیٰ کے خصوصی نظام کے تحت انجام پایا جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"والضحیٰ' واللیل اذا سجی
ما ودعک ربک وماقلیٰ وللآخرۃ
خیر لک من الاولیٰ ولسوف
یعطیک ربک فترضیٰ' الم
یجدک یتیماً فاویٰ ووجدک
ضالاً فھدیٰ ووجدک عائلاً فاغنیٰ
فاما الیتیم فلا تقھر واما السائل فلا
تنھر واما بنعمت ربک فحدث."

(سورۃ الضحیٰ)

جس کا مجموعی مفہوم حسب ذیل ہے:

اس سورۃ میں آغاز اور رات کے سکون کے حوالے سے کہ جو انسان کے حرکت عمل اور پھر رات کے آرام اور سکون سے مفہوم پر دلالت کرتے ہیں' فرمایا گیا کہ آپ کو آپ کے رب نے چھوڑ نہیں دیا' نظر انداز نہیں کردیا ہے اور نہ اپنی پسند سے ہٹایا ہے' البتہ آخرت کا معاملہ آپ کے لئے اس زندگی کے معاملہ سے زیادہ بہتری کا ہے' اور آپ کو عنقریب آپ کا رب اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ خوش ہوجائیں گے کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ہم نے آپ کو یتیم پایا تو آپ کے لئے ٹھکانہ کا انتظام کیا اور آپ کو گم گشتہ راہ پایا تو آپ کو صحیح راہ پر ڈالا اور آپ کو معاشی لحاظ سے دوسروں کا دست نگر پایا تو آپ کو مستغنی اور خود کفیل کردیا' اب اس کا آپ خیال رکھیں کہ یتیم پر سختی نہ کریں اور مانگنے والے کو جھڑکے نہیں اور آپ پر آپ کے رب کے جو احسان ہیں (یعنی نبوت کا دوسرا احسان) اس کا آپ تذکرہ کریں اور لوگوں کو بتائیں (یعنی ان کو راہ حق کی طرف متوجہ کریں)

مکہ مکرمہ میں جب دشمنی برداشت کرنے میں حد سے بات آگے بڑھ گئی تو آپ ؐ اپنے رب کے حکم سے مدینہ منورہ منتقل ہوئے' لیکن مکہ کے دشمنوں نے آپ کے مدینہ چلے جانے پر بھی آپ ؐ سے دشمنی ترک نہیں کی اور باقاعدہ جنگ کے حالات پیدا کرنے لگے' چنانچہ یکے بعد دیگرے مسلمانوں پر جنگ مسلط کی پہلی جنگ کفار قریش نے تین سو کلومیٹر کے قریب پہنچ کر' دوسری جنگ ساڑھے چار سو کلومیٹر طے کرکے مدینہ طیبہ پہنچ کر کی' اسی طرح جنگیں ہوتی رہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حکمت وتدبر سے اور اعلیٰ انسانی کردار کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے' مدینہ منورہ میں یہودی کی ایک تعداد بھی تھی جن سے آپ ؐ نے معاہدہ کیا تھا' لیکن اندر سے یہود نے کفار مکہ سے سازش کی جس کے ثابت ہونے پر معاہدہ کی خلاف ورزی کی بنا پر ان کے خلاف بھی کارروائی کرنی پڑی' یہ سب ایسی حکمت وتدبر سے آپ ؐ نے کیا کہ اس میں عقل وحکمت' انسانیت وشرافت دوست ودشمن کا لحاظ اور ممکنہ انسانی رعایت سب کی اعلیٰ مثالیں ملتی ہیں' اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے چاروں دور' بچپن سے لے کر جوانی تک جوانی سے نبوت کے ملنے تک اور نبوت کا مکی دور اور پھر مدنی دور' یہ سب اعلیٰ کردار نیک نفسی' سمجھ داری' زندگی کے تقاضوں کو مناسب انسانی اصولوں کے مطابق پورا کرنے' پھر معاشرہ کے تعلقات اور روابط اور پھر منفی ومثبت دونوں حالات کا مناسب ڈھنگ سے حق ادا کرنے اور دوست ودشمن کے ساتھ الگ الگ لیکن شریفانہ انسانی کردار کے دائرہ میں رہتے ہوئے معاملہ کرنے' ایسے غیر معمولی اور مثالی نمونے پیش کئے کہ غور کرنے پر عقل دنگ رہ جاتی ہے' ان مثالوں کو اگر وضاحت کے ساتھ پیش کیا جائے تو چند سطریں نہیں کتاب کی جلدیں چاہئیں' ہم کو سیرت کا مطالعہ اس کے مختلف حالات کے ان پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے کرنا چاہئے تو ہمارے سامنے ایک عظیم دنیائے انسانیت کھل کر سامنے آتی ہے اور مسلمان کے لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں اور ہر طرح کے حالات میں یہ باتیں اعلیٰ نمونہ بنتی ہیں اور ان کو نمونہ بنانے کا قرآن مجید میں بھی حکم آیا ہے' ارشاد ربانی ہے:

"لقد کان لکم فی رسول اللہ
اسوۃ حسنۃ لمن کان یرجو اللہ
والیوم الآخر وذکر اللہ کثیراً."

(سورۃ الاحزاب:۲۱)

ترجمہ: "تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ ہے."

مدینہ منورہ میں اپنے ماننے والوں کی اکثریت اور سازگار ماحول قائم ہوجانے سے دین پر اسلام کے

ختم نبوۃ

تقاضوں کے مطابق اجتماعی و معاشرتی زندگی قائم کرنے کی سہولت حاصل ہوئی اور دین حق کی دعوت زیادہ وسیع طریقہ سے پہنچانے کا موقع ملا' اس طریقہ سے مکمل دین حق کو انفرادی و اجتماعی زندگی میں قائم کیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی رہنمائی میں اور اپنے نبوی طریقہ کار سے اعلیٰ انسانی اور ربانی خصوصیات کا معاشرہ تیار کیا جس کے اقدار اور طریقہ ہائے عمل صرف معین ہی نہیں کئے بلکہ ان کی تربیت دی جس میں اعلیٰ اخلاق' معیاری انسانی کردار' ایک دوسرے کی ہمدردی اور خیر خواہی اور حق کے راستہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں تک کو دین و آخرت کی کامیابی کا پیغام پہنچایا اور محدود دائرہ سے نکل کر وسیع تر پورے ملکی دائرے بلکہ مزید عالمی دائرہ تک انسانی صلاح و فلاح کا پیغام پہنچانے کا کام شروع ہو گیا۔

۱۳ سال کی مکی زندگی میں مسلسل اور سخت سے سخت تکلیفیں جھیلنے اور ظلم و تشدد برداشت کرنے اور یک طرفہ صبر و برداشت کا ثبوت دیتے ہوئے بالآخر وطن و مال و متاع کو خیر باد کہہ کر منتقل ہو جانے پر مجبور ہونے کے بعد پیش آیا' مکہ کی ۱۳ سالہ مدت میں مسلمانوں کو مشرکین مکہ کی طرف سے کئے جانے والے ہر ظلم کو برداشت کرتے رہنے کی تلقین کی گئی تھی' حکم آیا تھا کہ "کفوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ" کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرتے رہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا ایک ذرہ بھی انتقام یا مقابلہ کا طریقہ اختیار نہیں کیا اور صرف اپنی اصلاح اور دوسروں کو نصیحت پر اکتفا کرتے رہے لیکن جب وطن چھوڑ کر پردیس میں مقیم ہو جانے پر بھی ظلم و زیادتی وہاں تک پہنچانے کی کوشش ہونے لگی تو مسلمانوں کو اجازت ملی کہ وہ اپنے کو منظم کر کے مقابلہ کر سکتے ہیں' چنانچہ دشمنی کا جواب دینے کا یہ پہلا موقع تھا' جو بدر میں پیش آیا وہ محض اللہ کے بھروسہ پر میدان جنگ میں آئے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی مدد آئی' فرشتوں نے باقاعدہ جنگ میں شرکت کی اور مشرکین کی فوج کو کھلی شکست ہوئی اور مسلمانوں کو ۱۳ سال کی مشقتوں کا پہلی بار صلہ ملا' یہ صلہ تین خصوصیات کا حامل تھا۔

پہلی خصوصیت تو یہ کہ ۱۳ سال تک تکلیف دہ حالات میں بھی اعلیٰ کردار اور انسانیت نوازی پر قائم رہے اور محض حکم الٰہی کی تعمیل میں سخت سے سخت زیادتی کا بھی جواب دینے سے گریز کرتے رہے اور انتقامی کارروائی کے لئے حکم الٰہی کے منتظر رہے' چنانچہ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر پوری عملداری میں صبر و برداشت کا ثبوت دینے کے امتحان میں وہ سو فیصد کامیاب رہے' ان میں وہ اعتماد پیدا ہوا جس نے ان کی آئندہ کی زندگی کو جدوجہد کی راہ میں ان کے قدموں کو مضبوط بنایا اور ہمت بڑھائی اور وہ اپنے پروردگار کے فرمانبردار بندے ہونے کے ساتھ ایک ناقابل شکست طاقت بن گئے۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس صبر و ثبات اور حق کے لئے جانی و مالی تکلیف اٹھانے کو قبول فرمایا اور ان کو جنت کا مستحق قرار دیا' جو نہایت غیر معمولی بشارت اور خوشخبری کی بات ہے۔

تیسرے یہ کہ دشمن کی دشمنی کا جواب دینے کی اجازت ملنے پر ان کو مقابلہ کا موقع ملا اور اس دشمن کو جو کبر و نخوت اور ظلم و تشدد میں شیر بنا ہوا تھا' مسلمانوں کے مظلوم ہاتھوں سے شکست ہوئی اور دشمنوں کے سامنے اپنے کو سربلند کرنے اور اعتماد کے ساتھ مقابلہ کرنے کی قوت حاصل ہوئی' مسلمانوں کو اپنے دین کی عظیم قدروں کی پابندی کرنے پر ان کو بدر کی فتح کی صورت میں مذکورہ بالا فائدے حاصل ہوئے اور وہ طاقتور اور پر وقار امت ہوئے' پھر وہ دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوئے۔ ۸ھ میں مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہونے کے لائق ہوئے اور یہ فتح انہوں نے بغیر جنگ اور بغیر فوج کشی کے حاصل کی اور انہوں نے دیکھا کہ اعلیٰ قدروں پر قائم رہتے ہوئے اعلیٰ کردار پر عمل کرنے سے وہ کامیابی ملتی ہے جو محض طاقت کے انحصار سے نہیں ہوتی۔

سیرت کا پورا جائزہ لینے سے یہ بات صاف و نمایاں نظر آتی ہے کہ انسانی معاشرہ کے بھٹکے ہوئے معاشرہ کو راہ حق پر لگانا اور انسان کو حیوانی' بھٹکی ہوئی راہوں سے ہٹا کر اپنے خالق و مالک کے احکام کی تابعداری اور شریفانہ انسانی کردار' آپسی انسانی ہمدردی اور انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کے لائق صفات و اخلاق سے متصف کرنے کی دعوت اور اس کے لئے انتھک کوشش مقصد بنی ہوئی تھی اور سارے واقعات اسی کے گرد گردش کرتے نظر آتے ہیں اور مقابلہ و جنگ بہت محدود اور اعلیٰ انسانی اخلاق کے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے کی...... معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے واقعات اور حالات آپ کے رب کی طرف سے ایسے تشکیل کئے کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے زندگی کے ہر موڑ اور ہر صورتحال میں ان سے نمونہ مل سکے' اس کے لئے ایسے نمونے رہتی دنیا تک مہیا کئے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقتوں سے بھی گزارا گیا...... نقصانات سے بھی گزرا گیا' تکلیف و مشقت اور راحت و مسرت دونوں طرح کے حالات سے گزارا گیا' اس طرح آپ کی حیات طیبہ ساری انسانی برادری کے لئے اعلیٰ مثال بھی ہے اور تعلیم و تربیت اور حق کی رہنمائی کا بہترین اور اعلیٰ ذریعہ بھی ہیں۔

صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا

قربانی حقیقتِ اسلام کا ایک جزو

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی

زید بن ارقم (صحابی) سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ عید کی قربانی کیا ہے؟ ارشاد ہوا:

"تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ الحدیث۔" (رواہ احمد وابن ماجہ مشکوٰۃ باب فی الضحیۃ)

اللہ کے لئے قربانی ملت ابراہیمی کی روح ہے، یہ قربانی زندگی کے ہر ہر موڑ اور ہر ہر گوشے میں ہے، قربانی ہی وہ طرۂ امتیاز ہے جس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ بنایا (علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام) سب سے پہلے محبت پدری کی قربانی دی اور باپ کی زبان سے اللہ کے لئے:

"اگر تو (اس دعوت توحید سے) باز نہ آیا تو میں تیرا سر پھوڑ دوں گا، چل میرے پاس سے دور ہوجا۔" (سورۂ مریم ع:۳)

جیسے الفاظ سنے اور پھر:

"تم سلامت رہو، میں تمہارے لئے اپنے رب سے معافی چاہوں گا کہ وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے اور تمہارے معبودوں کو چھوڑ کر الگ ہوجاؤں گا۔" (سورۂ مریم، ع:۳)

کہتے ہوئے جیتے جی باپ سے علیحدگی کے فیصلے پر راضی ہوگئے، مگر اس دعوت توحید کو چھوڑنے کا خیال ایک لمحے کے لئے بھی دل میں نہ آیا۔

ایک دن وہ آیا کہ باپ کے ساتھ سارے اہل وطن دشمن جان تھے اور اب مرحلہ یہ تھا کہ زندگی محبوب ہے یا دعوت توحید، مگر اس موقع پر بھی قربانی کا ابراہیمی جذبہ ایک لمحے کے لئے نہیں ٹھٹکا اور دنیا نے دیکھا کہ:

"بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق"

اس کے بعد وطن کی سرزمین یکسر تنگ تھی اور ہجرت ناگزیر، چنانچہ اب بابل کے بجائے ارض کنعان اس دولت عشق کی وارث ہوئی، یہاں بڑھاپے کی عمر میں پہنچ کر پہلی اولاد عطا ہوئی تو عہد شیرخوارگی ہی میں حکم ملا کہ اس کو اور اس کی ماں کو (مکہ کی) وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ کر آؤ، عشق کا یہ کٹھن مرحلہ بھی بلا حیل وحجت طے ہوا، یہ قربانی ہی کیا کم تھی؟ مگر اللہ کی "دوستی" اس سے بھی زیادہ مہنگی تھی اور "نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز" کی صدا تھمنے کا بھی وقت نہیں آیا تھا۔

چند سال بیتے اور اس وادی غیر ذی زرع میں پلنے والے اکلوتے فرزند کی عمر اتنی ہوگئی کہ بلغ معه السعی (صٰفٰت) بوڑھے باپ کا کچھ ہاتھ بٹانے کے قابل ہوگئے۔

قربانی کے اس مرحلے کا سامان بھی ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہوگیا، جس کے بعد اس بارگاہ والا سے بھی "ارزانی ہنوز" کی نہیں "ان هذا لهو البلاء المبين" (صٰفٰت) یعنی بے شک یہ بڑی کھلی ہوئی جانچ ہے، کی صدائے اعتراف اٹھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے ایک خواب سے سمجھا کہ بیٹے کی قربانی کا حکم دیا جارہا ہے، شرح صدر ہوگیا تو نہ باپ جھجکا نہ بیٹا کسمسایا اور ساری خدائی نے دم بخود ہوکر یہ ماجرا دیکھا کہ بیٹا منہ کے بل زمین پر ہے اور باپ کی چھری بیٹے کی گردن پر، لیکن خدا کو اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی مطلوب نہیں تھی، ابراہیم علیہ السلام کے جذبہ عبدیت وفدائیت کی صداقت کو آزما لیا گیا تو قبل اس کے کہ چھری اپنا کام کرے، پکار آئی:

"اے ابراہیم (بس! بس!) تو نے خواب سچا کر دکھایا۔" (ایضاً)

اب تیرا بیٹا تجھے مبارک!

"ہم صادقین ومحسنین کو اسی طرح نوازتے ہیں۔" (ایضاً)

ختم نبوت

پے درپے آزمائشوں کے سلسلے کی یہ وہ آخری آزمائش تھی' جس میں پورا اترنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نوع انسانی کی امامت کا مژدہ سنایا گیا۔

قرآن کا بیان ہے:

''اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے متعدد باتوں میں اور وہ ان میں پورا اترا تو فرمایا: میں بناؤں گا تجھے بنی آدم کا امام۔'' (بقرہ ع:۱۵)

یہی امامت تھی جس کا کامل ظہور اس طرح ہوا کہ آپ کی نسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام نوع انسانی کا رسول بنا کر مبعوث کیا گیا اور اس کے لئے وہی طریقہ اور وہی دین پسند کیا گیا جو ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ اور ان کا اسوہ تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے کہلوایا گیا:

''آپ کہہ دیجئے کہ مجھے سجھائی ہے میرے رب نے سیدھی راہ یعنی دین قیم' جو طریقہ ہے ابراہیم کا۔''

(الانعام' ع:۲۰)

اور اسی طرح ابراہیمی کیش وملت کو تمام نوع انسانی کے لئے اسوہ ٹھہرایا گیا' امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اولین طبقے کو (جو نزول قرآن کے وقت داخل اسلام ہو چکا تھا) خطاب کر کے فرمایا گیا:

''اس (اللہ) نے تم کو منتخب کیا ہے اور نہیں کی ہے دین میں تمہارے اوپر کوئی تنگی' وہی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا تو طریقہ ہے' اسی نے نام رکھا ہے تمہارا مسلمان۔ (سورۃ الحج)

پس وہ ابراہیمی کیش وملت جس کی روح ہی ''قربانی'' ہے اور جس کو ''اسلام'' کا نام ہی اس عظیم آخری قربانی کے سلسلے میں دیا گیا ہے جیسا کہ سورۂ صٰفٰت میں اسی موقع پر ہے:

''پس جب ان دونوں باپ بیٹوں نے کمال اطاعت (اسلام) کا مظاہرہ کر دیا ہے اور ابراہیم نے اسماعیل کو پیشانی کے بل ڈال دیا۔'' (الحج)

یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ اس کیش وملت میں کوئی مستقل نشان اس عظیم قربانی کا نہ ہوتا اور جس بنیاد پر اسے اسلام کا نام دیا گیا تھا' بعد میں اس بنیاد کا کوئی اثر اس اسلام نامی ملت میں نظر نہ آتا؟ پس حق اور قطعاً حق تھا کہ اسلام کے اس حقیقی مظاہرے کی کوئی نہ کوئی یادگار اس ملت کے خاکے میں مستقل جگہ پاتی' اور قربانی پیش کرنے کی نہ کوئی شکل اسلام کا دائمی شعار قرار دی جاتی' چنانچہ خداوند قدوس نے اس موقع پر خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ سے قربانی کی شکل متعین کرائی کہ اسماعیل علیہ السلام کی قربان گاہ پر اسی چھری سے ایک مینڈھا ذبح کرایا اور ہر سال اسی دن اس عمل کے نہایت عظیم اور عالمگیر پیمانے پر اعادے کو ملت ابراہیمی کا جزو بنایا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبر آخرالزماں نے (جو دین حنفی اور ملت ابراہیمی کا پیامبر تھا) بقر عید کی قربانی کے سلسلے میں اپنے اصحاب کرام کو بتایا کہ یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے اور تلقین کی کہ ان میں کا ہر ذی استطاعت اس سنت کی پیروی میں ذوق وشوق سے حصہ لے۔

اب سمجھ میں آتا ہے قربانی کے بارے میں اس قسم کی احادیث کا مطلب (یا زیادہ صحیح الفاظ میں ان کا راز) کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی کے دن ابن آدم کا کوئی عمل اللہ کو اتنا محبوب نہیں جتنا خون بہانے کا عمل' تمہارے یہ قربانی کے جانور قیامت کے دن لے کر آئیں اپنے سینگ' اپنے بال اور اپنے کھر (یعنی اس کا ایک ایک بال تک تمہاری میزان عمل میں نیکی بنا کر رکھا جائے گا) اور (کیا پوچھتے ہو) خون جو تم بہاتے ہو قبل اس کے کہ زمین پر گرے اللہ کے حضور میں گرتا ہے (یعنی مرتبہ قبول پاتا ہے) پس خوب اچھے دل سے قربانی کیا کرو۔

جس قربانی کی یہ تاریخ ہو کہ جس کی طرح خود خداوند قدوس نے اپنے خلیل کے ہاتھوں میں ڈلوائی ہو اور جو اس عظیم عمل کی یادگار ہے' جس کی عظمت کا اعتراف ''قد صدقت الرؤیا'' کہہ کر اس دربار عالی سے برملا کیا گیا ہو' جس کی عظمت و کبریائی کے آگے ابن آدم کی بڑی سے بڑی تعبیر کر کے اس کا درجہ قبولیت بھی اس عظیم ہستی ہی کی طرف سے دنیا پر عیاں کر دیا گیا ہو' جس کی شان بے نیازی کو جاننے والا انسان عمر بھر کی اطاعت گزاری پر بھی اطمینان نہیں کر پاتا کہ کوئی درجہ قبولیت اس سب کو اس بارگاہ عالی میں مل پائے گا؟ سچ کہیے کہ اگر اس تاریخی قربانی والے دن میں اللہ کو ابن آدم کا کوئی عمل اس درجہ پسند نہیں' جتنا یہ قربانی اور اہراق دم والا عمل پسند ہے تو اس میں اچنبھے کی کون سی بات ہے؟ حق یہ ہے کہ اس عمل کی یہی شان ہونی چاہئے اور ابراہیمی خلوص وخوش دلی کی ادنیٰ جھلک بھی اگر کسی کے اس عمل میں پائی جائے تو اس کو یہی درجہ محبوبیت وقبولیت ملنا چاہئے جو حدیث بتارہی ہے۔ ہاں' ہاں! خون کے ان قطروں کو جو ابراہیمی ذوق وشوق کے ساتھ کسی عبد مسلم کے

ہاتھ سے بہیں یہی رفعت عطا ہونی چاہئے کہ زمین پر گرنے سے پہلے وہ مالک عرش کے دامن قبول میں جگہ پالیں اور اس سنت ابراہیمی کی پیروی کا یہی صلہ قدرشناس اس جذبہ ابراہیمی سے ملنا چاہئے کہ قربانی کا ایک بال بھی رائیگاں نہ جائے' سچ کہا اور یقیناً خدا کی طرف سے کہا: ''دعائے خلیل'' کے ظہور مجسم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہ ''ہر بال کے حساب میں ایک نیکی' صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ حضور اور جو جانور اون والے ہیں؟ یعنی جن کے بالوں کا شمار مشکل ہے تو فرمایا: اون میں سے بھی ہر بال کے حساب میں ایک نیکی۔

مصطفیٰ برساں خویش را کہ ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی ست

خودی کی نکتہ چینیاں:

عشق اور عقل کی میں ہمیشہ سے ان بن ہے اور دونوں کی نظر بڑی مختلف زاویوں سے معاملات کو دیکھتی ہے۔ عشق کی ابراہیمی نظر کو ذرا اچنبھا نہ ہوا کہ اس کا معبود اس کے فرزند کی قربانی کیوں مانگتا ہے؟ لیکن اہل خرد کو اس پر بھی استعجاب اور طرح طرح کے اشکالات ہوتے ہیں کہ ان سے چوپایوں کی قربانی کیوں مانگی جاتی ہے؟ چنانچہ بعض لوگ آپ کو ملیں گے جو کہتے ہوں کہ آخر قربانی سے کیا فائدہ؟ ثواب ہی مطلوب ہے تو اتنا روپیہ انفرادی طور پر خیرات کر دیجئے یا کسی اجتماعی نظم کے تحت غریبوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کیجئے' اس سے تو سوائے اس کے کہ دو چار وقت آپ خود اور غربا اناپ شناپ گوشت خوری کر لیں اور ایک خواہ مخواہ کی اہمیت کا مظاہرہ ہو جائے اور کچھ نہیں۔ بھلا اللہ کو اس خونریزی سے کیا لینا ہے کہ یہ اس کی رضامندی کا ذریعہ بنے؟ اس کے نام پر کسی کو سلیقے سے فائدہ پہنچائیے تو ثواب کی بات بھی ہے۔

یہ مسلمان کہلانے والے سب وہ لوگ ہوں گے جو گوشت خوری میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں' مگر انہیں اپنی گوشت خوری اور اس کے لئے جانوروں کے ذبیحے پر بہیمیت کا خیال کبھی نہیں آتا ان کی ساری رحم دلی اور لطیف الحسی سال بھر میں صرف اسی ایک دن پھڑکتی ہے جب جانوروں کا ذبیحہ خود ان کے خالق کے نام پر کیا جاتا ہے۔

بہ بیں تفاوت از کجا است تا بکجا؟

دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ اس خونریزی میں ثواب کا کیا کام ہے؟ اس سے اللہ کو کیا لینا؟ تو انہیں معلوم نہیں کہ یہ کوئی خاص عقلی انکشاف نہیں فرما رہے ہیں کہ اس سے قربانی کو عبادت سمجھنے والے مبہوت ہو کر رہ جائیں' یہ بات جو وہ آج بڑے عقلی طنطنے کے ساتھ کہتے ہیں' خدا نے اسی دن صاف صاف بتادی تھی' جس دن قربانی کا حکم دیا تھا' سورۂ حج (جس میں قربانی کا بڑا شد و مد کے ساتھ مطالبہ ہے) میں اللہ کی طرف سے اس حقیقت کا اظہار بھی ہے:

''خدا کو ہرگز نہ تمہاری ان قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون اس کے حضور صرف تمہارے دل کا جذبہ اطاعت و نیاز مندی پہنچتا ہے۔'' (ع:۵)

یہ کوئی ایسا انکشاف نہیں فرما رہے ہیں کہ قربانی کرنے والے سوچنے لگیں کہ ہم کیا بیکار کام کر رہے ہیں؟ اور (خاکم بدہن) خدا کو نظر ثانی کرنی پڑے کہ اس نے کیا بے فائدہ کام کا حکم دے دیا:

''آپ کہئے کہ کیا تم کوئی ایسی خبر اللہ کو دے رہے ہو جس کا پتا نہیں تھا؟'' (یونس' ع:۲)

اس حقیقت کا اسے اس وقت علم تھا کہ جب ہمارے اور ان اہل خرد کے ابوالآباء بین الماء والطین تھے' مگر پھر بھی اس نے قربانی کا حکم دیا' جس کی حکمت کی طرف سورۂ حج کی اسی آیت کے آخری الفاظ: ''ولکن ینالہ التقویٰ منکم'' میں اشارہ بھی کر دیا گیا ہے' جس کو یہ اہل خرد از خود نہیں سمجھ سکتے تھے۔ اس حکمت کی تشریح ہم آگے کریں گے۔

تیسری بات اسی دوسری بات پر بنیاد رکھ کر یہ لوگ صدقہ و خیرات کی کہتے ہیں' مگر یہاں بھی سارے عقلی ادعا کے باوجود یہ لوگ عقل سے اتنا بھی کام نہیں لیتے کہ قرآن کا ماخذ کیا' صدقہ و خیرات سے ناآشنا تھا کہ اس نے صدقہ و خیرات جیسی ''معقول'' نیکی کے بجائے قربانی جیسی (معاذ اللہ) ''نامعقول'' نیکی کا حکم دے مارا' کیا ان مسکینوں کو اتنی بھی خبر نہیں کہ قرآن میں صدقہ و خیرات اور انفاق فی سبیل اللہ کی تعلیم کا کیا مقام ہے اور کس قدر کثرت کے ساتھ اس تعلیم کا اعادہ کیا گیا' پھر جب کہ یہ معلوم ہے کہ جس خدا نے قربانی کا حکم دے دیا وہ نہ صرف صدقہ و خیرات سے بھی آشنا ہے بلکہ اس کی نظر میں اس کا ایک عظیم مقام ہے اور حقیقت بھی نہ صرف اس پر کھلی ہوئی ہے بلکہ اس نے دوسروں پر بھی کھول دی ہے کہ قربانی کے گوشت پوست سے اللہ کو کچھ نہیں لینا تو کم از کم کسی صاحب عقل کو یہ مشورہ دینے میں جلدی تو نہیں کرنی چاہئے:

''قربانی کے بجائے صدقہ و خیرات کا حکم ہونا چاہئے تھا' قربانی میں تو بجز اضاعت مال کے اور کچھ نہیں۔''

☆☆......☆☆

ختم نبوۃ

ہندوستان کی تعمیر وترقی میں فضلائے مدارس کا کردار

ڈاکٹر محمد مسعود عالم قاسمی

اس وقت دنیا میں دینی مدارس اور ان کے فارغین کا کردار موضوع بحث ہے۔ امریکہ نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملہ کے بعد جس طرح مسلم ممالک اوران کے دینی تعلیمی نظام کو نشانہ بنایا ہے' اس کے نتیجہ میں ہر جگہ مدارس کے کردار پر سوالیہ نشان لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ مدارس اسلامیہ کو منفی خدمات انجام دینے والے اداروں کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے۔ خود ہندوستان میں حکومت' ذرائع ابلاغ اور ہندو احیا پرست تنظیمیں مدارس' کے کردار کو اپنے اپنے حوصلہ اور طریقہ سے مشکوک وشبہات کے دائرہ میں کھینچنے کی کوشش کررہی ہیں اور مدارس کے نظام کو سیکولر نظام تعلیم سے ہم آہنگ کرنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔

اس طوفان میں مدارس کے اس تاریخی کردار کو یکسر نظر انداز کردیا گیا جو ملک کی آزادی میں اور خود ملک وملت کی تعمیر میں موجزن ہے' اگر انصاف پسندی کا راستہ اختیار کیا جائے تو واضح ہوگا کہ مدارس اسلامیہ اوران کے فضلاء نے براہ راست یا بالواسطہ بھارت کی تعمیر نو میں ایک خاموش مگر فعال عنصر کی حیثیت سے کام کیا ہے' بطور مثال بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ملک کی شرح خواندگی میں پچھلے سالوں میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ حکوت ہند نے شرح خواندگی کی تحریک پر بڑی رقم اور افرادی قوت صرف کی ہے' غیر سرکاری تنظیموں کی مالی امداد کرکے بھی اس تحریک کو آگے بڑھایا ہے' سرکاری اسکولوں' غیر رسمی تعلیم گاہوں اور کالجوں کا بھی اس میں دخل رہا ہے' مگر حکومت کی مالی امداد اور تعاون سے بے نیاز رہ کر دینی مدارس نے اپنے مکاتب ومعلمین کے ذریعہ خواندگی کی تحریک کو بڑے پیانے پر تقویت بخشی ہے بلکہ انتہائی پسماندہ گاؤں تک میں جہاں اسکول' ہسپتال' بجلی اور سڑک کی سہولیات نہیں ہیں' مدارس ومکاتب نے علم کا چراغ جلاکر جہالت کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر کوئی موازنہ اس بات کا کیا جائے کہ حکومت نے اپنے وسائل خرچ کرکے خواندگی کی تحریک میں کیا نتیجہ حاصل کیا ہے اور مدارس نے ان وسائل سے بے نیاز رہ کر کیا نتیجہ حاصل کیا ہے تو مدارس کا حاصل نتیجہ یقیناً حوصلہ افزا ہوگا۔

شرح خواندگی کا ایک اہم پہلو خواتین کی خواندگی سے متعلق ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ہندوستان میں خواتین کی تعلیم ایک فیصد سے کم تھی' ۱۹۳۱ء میں صرف تین فیصد تک پہنچی مگر ۲۰۰۱ء میں مردم شماری میں خواتین کی شرح خواندگی ۵۴ فیصد پہنچ گئی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خواتین کے اسکولوں' کالجوں اور دیگر تعلیمی مراکز کا اس میں اہم کردار ہے' مگر مسلم خواتین میں اس شرح خواندگی کے پیچھے ان مدارس کا اہم کردار ہے جو خاص طور پر لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں' بیسویں صدی کے ربع آخر میں لڑکیوں کی دینی درس گاہیں ملک کے طول وعرض میں کھلی ہیں۔

حکومت ہند مشرقی زبانوں کے فروغ کے لئے کثیر رقم خرچ کرتی ہے' اس کے لئے لسانیات کے متعدد مرکزی اور صوبائی ادارے کام کررہے ہیں' اس کام کے لئے حکومت دوسرے ممالک سے بھی گرانٹ حاصل کرتی ہے' مگران ساری کوششوں اور سارے مراکز نے مل کر مشرقی زبانوں کو جتنا فروغ دیا ہے' اس سے کہیں زیادہ مدارس اسلامیہ نے فروغ دیا ہے' خاص طور پر عربی' فارسی اور اردو زبانوں کی ترویج واشاعت دینی مدارس سے وابستہ ہے۔ ان مدارس نے ان زبانوں کے واقفین اور ماہرین کی بڑی کھیپ تیار کی ہے اگر مدارس کے فضلاء اور کالجز کے تعلیم یافتہ کی صلاحیت وخدمات کا تقابل کیا جائے تو واضح فرق محسوس ہوگا۔ صورتحال یہ ہے کہ عربی زبان وادب کے ماہرین کی غالب اکثریت فضلائے

مدارس پر مشتمل ہے' یہاں تک کہ ہندوستان کی یونیورسٹیوں میں عربی کے جو شعبے قائم ہیں ان میں سے بیشتر کے سربراہ مدارس اسلامیہ کے فارغین ہیں بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اردو' فارسی اور عربی کی اشاعت مدارس اسلامیہ کے دم سے قائم ہے۔

حکومت ہند عرب ممالک میں اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لئے جو عربی نشریات پیش کرتی ہے خواہ وہ ریڈیو کی نشریات ہوں یا مجلّہ ثقافۃ الہند کی ان سب میں مدارس کے فضلاء کی خدمات لی جاتی رہی ہیں' حکومت کے ثقافتی مراکز جہاں عربی فارسی کے مخطوطات' کتب' مکتوبات' فرامین وغیرہ کی تدوین و تحقیق سے متعلق علمی کام انجام پاتے ہیں' مدارس کے فضلاء ان میں کلیدی کردار ادا کرتے ہیں۔

مختلف مواقع پر حکومت مشرق وسطی اور مسلم ممالک میں خیر سگالی کے لئے وفود روانہ کرتی ہے' اس کی نمائندگی میں فضلائے مدارس کا نمایاں مقام ہے۔ ہندوستان کی بہتر تصویر پیش کرنے میں ان فضلائے مدارس کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے جو اپنی ملازمت کے سلسلہ میں عرب ممالک کے علمی' تعلیمی' ثقافتی' اشاعتی اور اقتصادی اداروں سے وابستہ ہیں اور ہندوستان علوم اسلامیہ کے گہوارہ کے طور پر پہچانا جاتا ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ ۱۱/ ستمبر کو امریکہ پر حملہ کے بعد جب صدر بش نے اسلامی ممالک کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا اور دوسری طرف امریکہ میں مقیم مسلمانوں سے رابطہ کیا تو بش کی غلط فہمیاں دور کرنے اور اسے مسلمانوں کی حقیقی پوزیشن سے آگاہ کرنے میں جن چند دانشوروں نے اہم کردار ادا کیا ان میں ایک ڈاکٹر مزمل صدیقی ہیں جو ثانوی درسگاہ اسلامی رام پور کے تعلیم یافتہ ہیں۔

ہندوستان کے فضلائے مدارس نے دوسرے ملکوں میں اپنی لیاقت سے فیض رسانی کا کام بھی کیا ہے' مالدیپ کے چیف جسٹس بھی دینی درس گاہ کے تربیت یافتہ اور ماریشس کے قاضی بھی دینی درس گاہ کے تعلیم یافتہ ہیں' یہاں تک کہ امریکہ' برطانیہ' افریقہ اور یورپی ممالک کی یونیورسٹیوں میں علوم شرقیہ کی تعلیم فضلائے مدارس انجام دے رہے ہیں۔

مدارس دینیہ کی خدمات کا اہم حصہ یہ بھی ہے کہ ان کے بڑے مدارس میں افریقی اور ایشیائی ملکوں کے طلبأ بڑی تعداد میں سند فضیلت حاصل کر کے جب اپنے ملکوں کو واپس جاتے ہیں تو ہندوستانی زبان اور تہذیب و ثقافت کے ساتھ ہندوستان کی ایک بہتر تصویر اپنے ذہن میں لے کر جاتے ہیں اور اپنے ملکوں میں وہ ہندوستان کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ماضی قریب میں انڈونیشیا' ملیشیا' تھائی لینڈ' سری لنکا' مالدیپ' بنگلہ دیش' نیپال' فلسطین' ساؤتھ افریقہ اور فیجی وغیرہ کے طلبأ کی تعداد مرکزی مدارس کا رخ کرتی رہی ہے بلکہ آج بھی کر رہی ہے۔

مدارس کے علمأ کی خدمات کا تعلق ملک کے داخلی امن و انتظام سے بھی کسی حد تک جڑا ہوا ہے' فسادات اور ہنگامی حالات میں جب ضلع انتظامیہ اور مقامی پولیس کو امن عامہ بحال کرنے میں مسلم طبقہ کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بلا تکلف شہر کے قاضی' مفتی اور عوامی مراجعت رکھنے والے علمأ سے رجوع کرتی ہے اور وہ امن عامہ کی بحالی میں اپنے اثرات اور خدمات کا استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح فوج میں مسلم فوجیوں کی مذہبی ضرورت کی تکمیل کے لئے حکومت مذہبی رہنما کا تقرر کرتی ہے' یہ رہنما بھی مدارس کے فارغ ہوتے ہیں' یہ نہ صرف نماز' روزہ اور بنیادی مذہبی خدمات انجام دیتے ہیں بلکہ فوج کو مسلم معاشرہ کے نشیب و فراز سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ یہی خدمات پارا ملٹری فورسز میں غیر رسمی بنیاد پر انجام دی جاتی ہیں اور اسے فضلائے مدارس انجام دیتے ہیں۔

ہندوستان توہمات اور خرافات سے گھرا ہوا ملک ہے' یہاں بھوت پریت اور ان دیکھی آفات پر لوگ کثرت سے اعتماد کرتے ہیں اور اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ جان و مال کی بے جا قربانی دیتے ہیں' یہاں تک کہ بعض نوجوانوں نے اپنی ماؤں کو ڈائن سمجھ کر ذبح کر دیا ہے اور بہت سوں نے اپنے بچوں کو قربان کر دیا ہے۔ مدارس اسلامیہ نے گاؤں گاؤں تک توہمات کے اس جالے کو صاف کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بیماری و آزاری میں وہ دعا و تعویذ ضرور کرتے ہیں مگر ایسے توہم سے عوام کو بچاتے ہیں جو ان کے دین و دنیا کے لئے ضرر رساں ہوتے ہیں۔ مدارس کے ان علمأ سے صرف مسلم عوام ہی رجوع نہیں کرتے بلکہ غیر مسلم بھی رجوع کرتے ہیں۔

مدارس دینیہ اپنے طلبہ میں کفایت شعاری اور قناعت کے ساتھ محنت اور ریاضت کی عادت ڈالتے ہیں۔ مدارس سے فارغ ہو کر جب ان کے طلبہ کالج اور یونیورسٹی کا رخ کرتے ہیں تو اپنی اس ریاضت کی بدولت اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں اور اعلی عہدوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہندوستان کی مرکزی یونیورسٹیوں میں اردو' فارسی' عربی' اسلامیات' ایشیائی مطالعات کی صدارت اور چیئرمین کی کرسیوں کو بڑی تعداد میں مدارس کے فضلاء نے زینت بخشی ہے' یہاں تک کہ بعض یونیورسٹیوں کے وائس چانسلر بھی مدارس کے تعلیم

یافتہ مقرر ہوئے ہیں۔ ماضی قریب میں دو مثالیں ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں' ایک کشمیر یونیورسٹی جس کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحق مرحوم مقرر ہوئے' جنہوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی تھی اور دوسرے متھلا یونیورسٹی دربھنگہ کے وائس چانسلر پروفیسر عبدالمغنی مقرر ہوئے' انہوں نے مدرسہ الاسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعلیم پائی تھی' بلکہ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ فضلائے مدارس نے پولیس انتظامیہ میں بھی اپنا وجود ثابت کیا ہے' ان میں بعض ایس پی اور بعض ایس ایس پی اور بعض آئی جی کے عہدے تک پہنچے ہیں اور اپنی مضبوط ملی وابستگی کا لوہا منوایا ہے۔

دینی مدارس اور ان کے فضلاء نے دینی علوم کے علاوہ سیکولر اور سائنسی علوم میں بھی پیش رفت کی ہے۔ میڈیکل سائنس کے متوازی طب یونانی نے ہندوستان کے طول وعرض میں اپنا ایک مقام بنایا ہے اگر انجکشن' آپریشن اور ایکسرے کی جدید ٹیکنالوجی سے صرف نظر کیا جائے تو جسمانی امراض کا موثر اور دور رس علاج طب یونانی ہی میں دستیاب ہے' طب یونانی کو فروغ دینے میں حکماً کی جو عام طور پر مدارس کے فضلاء ہیں' زبردست خدمات ہیں' خاص طور پر امراض قلب وجگر اور فساد معدہ اور امعاء میں طبی علاج کا کوئی بدل نہیں' قابل ذکر بات یہ ہے کہ جن یونیورسٹیوں میں طبیہ کالج کا نظام ہے' وہاں بھی مدارس کے فضلاء نمایاں خدمات انجام دیتے ہیں اور ان کی مہارت تسلیم کی جاتی ہے۔

دینی مدارس کا نصاب اگرچہ اسلامیات' لسانیات اور منطق وفلسفہ پر منحصر رہتا ہے مگر ان کے فضلاء نے جدید سائنس کی تعلیم حاصل کر کے وہاں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں' چنانچہ زولوجی اور کیمسٹری جیسے ٹھیٹ سائنسی مضامین میں فضلائے مدارس کی محنتوں نے یہ رنگ دکھایا کہ وہ ان شعبوں کے سربراہ بھی مقرر ہوئے۔

سوشل سائنس میں تاریخ' سماجیات کے علاوہ معاشیات کے شعبے میں فضلائے مدارس نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے' مثال کے طور پر مسلم یونیورسٹی علیگڑھ کے شعبہ معاشیات سے وابستہ عبدالعزیز' جدہ یونیورسٹی میں معاشیات کے تینوں اساتذہ پروفیسر نجات اللہ صدیقی اور پروفیسر فضل الرحمٰن فریدی کا تعلق ثانوی درسگاہ اسلامی رامپور سے رہا ہے جبکہ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی مدرسۃ الاصلاح اعظم گڑھ کے فاضل ہیں' اسی طرح بھاگل پور یونیورسٹی کے معاشیات کے پروفیسر اظہار الحق اور پٹنہ یونیورسٹی میں معاشیات کے پروفیسر عبدالمعمر منظر کا تعلق رام پور کی درسگاہ اسلامی سے رہا ہے۔ ملیشیا کی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے معاشیات کے استاذ ڈاکٹر طاہر بیگ کا تعلق بھی اسی درس گاہ سے رہا ہے' اگر تاریخ' فلسفہ اور سماجیات کو بھی جوڑ لیا جائے تو یہ فہرست خاصی طویل ہو جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارس اسلامیہ کا اصل مقصد دینی علوم کی اشاعت اور دینی ورثہ کی حفاظت ہے' اس کے لئے وہ شہر سے لے کر گاؤں کی سطح تک اپنی محنتوں اور خدمتوں کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں' مگر وہ اپنے بچوں کو خدا شناسی کے ساتھ ملک کا اچھا اور باوقار شہری بھی بنانا چاہتے ہیں۔ ذرا یہ بھی سوچئے کہ حکومت سے ان کو امداد نہیں ملتی مگر اس کے باوجود وہ اپنی راہ پر استقامت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں اور بچوں کی ذہانت اور صلاحیت کو راہ دکھانے میں لگے رہتے ہیں' اگر ان کی خدمات سے وہ فائدے بھی پہنچ رہے ہیں' جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا تو اہل وطن کو مدارس اسلامیہ کو خوش آمدید کہنا چاہئے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنا چاہئے اور اگر زمانے کے مطابق اپنے مقصد پر باقی رہتے ہوئے تعمیر وترقی کا کوئی مثبت مشورہ اور پروگرام دیا جا سکتا ہو تو مدارس کے ظرف اور وسائل کو پیش نظر رکھ کر ہی دیا جانا چاہئے مقصد سے ہم آہنگ ہر وہ مشورہ قابل قبول ہوگا جس کی بنیاد نیک نیتی پر ہو اور جو تعمیر وترقی کی راہ دکھاتی ہو اور کمیوں کی تلافی کرتی ہو۔ مدارس کے نظام تعلیم نے مقصدیت' وابستگی' عزیمت' بے لوثی اور قربانی کی جو مثال پیش کی ہے وہ عصری اور سیکولر نظام تعلیم میں غالباً مفقود ہے۔

☆☆..........☆☆

اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
آسمانوں کی زینت ستارے' خواتین کی زینت زیورات
ستارا جیولرز
صرافہ بازار' میٹھادر' کراچی نمبر2 فون:745080

ہماری مشکلات کا یقینی حل

موجودہ حالات میں کرنے کے چند کام:

موجودہ حالات کا مستقل اور دیرپا حل بس یہی کام ہیں: گناہوں سے بچا جائے' خدا کی فرمانبرداری زندگی کے ہر گوشے میں کی جائے' اپنی جن بداعمالیوں اور برے کرتوتوں کے سبب یہ مشکلات پیدا ہوئی ہیں' ان سے بچا جائے اور اپنے خدائے قادر مطلق' خالق کائنات سے دعائیں کی جائیں۔ اس کے فیصلے کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا' لہٰذا خدا کے دربار میں استغفار کی کثرت رکھی جائے تاکہ خدا کی نصرت و مدد کا استحقاق پیدا ہو اور اس سے دعائیں کرکے سنگین حالات اور آفات و مشکلات سے نجات حاصل کی جائے۔

حاصل یہ ہے کہ ان حالات کے ظاہری اسباب میں زیادہ سر کھپانے کے بجائے اس سرچشمہ پر نظر جمائی جائے' جہاں سے ان حالات کے پیدا کئے جانے کے فیصلے ہوتے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی حالات کو پلٹنے کی قدرت رکھتا ہے' شدید نازک حالات میں سچی توبہ اور استغفار کے علاوہ درج ذیل اعمال بھی مصائب و مشکلات کو دور کرنے میں بہت مؤثر ہوتے ہیں:

۱:......فرض نمازوں کا اہتمام اور نفل نمازوں کی کثرت' حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تو فوراً نماز کی طرف متوجہ ہوتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہوا تیز ہوجانے پر بھی اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر جاتے اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں گڑگڑاتے کہ کہیں یہ ہوا آندھی بن کر عذاب کی شکل نہ اختیار کرلے۔

قرآن پاک میں نماز کے ذریعے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

"اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔"

مولانا عتیق احمد بستوی

۲:......مشکلات کو دفع کرنے میں صدقہ کرنا بھی بہت کارگر ہے' صدقہ خیرات کرنے سے بلائیں دور ہوتی ہیں' مصائب و مشکلات خواہ انفرادی ہوں یا اجتماعی سب کو دور کرنے کے لئے صدقہ بہت تیر بہدف نسخہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "بے شک صدقہ بلاؤں کو دور کرتا ہے۔"

اس لئے مسلمانوں کو اس کی پابندی کرنی چاہئے کہ خطرناک حالات میں خاص طور پر پابندی سے زکوٰۃ ادا کرنے کے علاوہ نفلی صدقہ اور خیرات بھی کرتے رہیں۔ غریبوں محتاجوں کی مدد کریں' بیواؤں' یتیموں کا سہارا بنیں' صدقہ خیرات کرنا حتی الامکان اخفا کے ساتھ ہونا چاہئے' رازداری اور اخفا کے ساتھ صدقہ کرنا اللہ تعالیٰ کے یہاں زیادہ مقبول ہے' جیسا کہ آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے۔

۳:......حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں سخت اندھیروں کے اندر اللہ تعالیٰ سے جن الفاظ میں فریاد کی تھی اسے بزرگوں نے مصائب کے ازالے میں بہت مؤثر پایا ہے۔ قرآن پاک میں حضرت یونس علیہ السلام کی یہ دعا اور پکار موجود ہے:

"لا الہ الا انت سبحنک
انی کنت من الظالمین۔"

(انبیا: ۸۷)

ترجمہ: "آپ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' آپ کی ذات پاکیزہ ہے' بے شک میں ظالموں میں سے ہوں۔"

معنی کا پورا استحضار کرکے دل شکستگی اور احساس بے چارگی کے ساتھ جس قدر اس ذکر و دعا کی کثرت کی جائے' اسی قدر اللہ کی رحمت متوجہ ہوتی ہے اور خطرات کے بادل چھٹ جاتے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی ایک پیشگوئی:

خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

کاایک زندۂ جاوید معجزہ آپ کی پیشنگوئیاں ہیں' رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشنگوئیاں زمانہ گزرنے کے ساتھ درخشاں سورج کی طرح ظاہر ہوتی جارہی ہیں۔موجودہ حالات کے تعلق سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشنگوئی نقل کی جاتی ہے' یہ حدیث نبوی مسلمانوں کے موجودہ حالات کی سچی تصویر ہے' اس میں مسلمانوں کے امراض کی تشخیص بھی زبان نبوت نے کردی ہے' اگر مسلمان چاہیں اپنے امراض کاازالہ کرکے حالات درست کرسکتے ہیں' دل ودماغ کی پوری توجہ کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلنے والی چودہ سوسال پہلے کی یہ پیشنگوئی پڑھئے اور سنئے:

''حضرت ثوبانؓ کی روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جب دوسری قومیں تم پر اس طرح ٹوٹ پڑیں گی' جس طرح کھانے والے اپنے پیالے پر ٹوٹتے ہیں' ایک شخص نے عرض کیا: کیا زمانے میں ہماری تعداد بہت قلیل ہوگی؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس زمانے میں تمہاری تعداد بہت زیادہ ہوگی' لیکن تم لوگ سیلاب کے جھاگ کی طرح (بے وزن) ہوگے' اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے سینوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا' ایک شخص نے سوال کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ''وہن'' کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی۔'' (ابوداؤد)

انصاف سے بتایئے کہ کیا یہ دور حاضر کے مسلمانوں کی سچی تصویر نہیں؟ الفاظ کے ذریعے مسلمانوں کے موجودہ حالات کی اس سے بہتر تصویر کشی ممکن نہیں ہے' مسلمان کروڑوں' اربوں کی تعداد میں ہیں' لیکن سیلاب کے جھاگ کی طرح دنیا میں ان کا کوئی وزن نہیں ہے' جو قوم چاہتی ہے ان پر یلغار کرتی ہے' ان کی جان ومال' عزت وآبرو اور دینی شعائر پر حملے کرتی ہے اور مسلمان کثرت تعداد کے باوجود حالات کے سامنے ہتھیار ڈالے ہوئے ہیں اور ہر طرح کی ذلت برداشت کررہے ہیں۔اس حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض کی جو تشخیص فرمائی ہے وہ بھی سو فیصد موجودہ حالت پر منطبق ہے' دنیا کی محبت مسلمانوں پر اس قدر غالب آچکی ہے کہ وہ اپنا دین وایمان' عزت وآبرو سب کچھ دنیا کے لئے داؤ پر چڑھائے ہوئے ہیں۔

اگر آپ غور سے جائزہ لیں گے تو محسوس ہوگا کہ مسلمانوں کی دین سے بیزاری اور فرائض سے غفلت کا بنیادی سبب حب دنیا ہے۔ دنیا کی حرص اور محبت نماز اور جماعت کی ادائیگی سے مانع ہے' آج کا مسلمان سوچتا ہے کہ پانچ وقت نماز پڑھنے میں خصوصاً جماعت کے ساتھ پڑھنے سے اس کی تجارت' زراعت اور صنعت وحرفت کا کچھ نقصان ہوگا' اسے نماز سے محرومی گوارا ہے لیکن آمدنی میں برائے نام کمی گوارا نہیں' حب دنیا ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان فرض زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتا' کتنے لوگ ہیں جن پر حج فرض ہے لیکن دنیا کی محبت اس اہم فریضے کی ادائیگی سے روکتی ہے' حب دنیا ہی وہ روگ ہے جو ایک مسلمان سے کتنے ناکردنی گناہ کراتی ہے' ایک مسلمان دوسرے مسلمان بھائیوں پر ظلم کرتا ہے' اس کی زمین وجائیداد ہڑپ کرلیتا ہے' دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہے' غرض یہ کہ اگر آپ باریک بینی سے جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کی ساری بداعمالیوں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔

دنیا کی بڑھتی ہوئی محبت کا فطری نتیجہ ہے کہ انسان موت کو سخت ناپسند کرے' کیونکہ موت طاری ہوتے ہی دنیا سے انسان کا رشتہ ختم ہوجاتا ہے' سچا مومن موت سے نہیں ڈرتا لیکن دور حاضر کے مسلمانوں پر موت کا خوف چھایا ہوا ہے' مسلمان موت کے تصور سے بلکہ اس کی پرچھائیں سے گھبرانے لگا ہے' دور حاضر کے مسلمان جب تک قرآن وحدیث میں بتائے ہوئے طریقوں سے اپنے دونوں روگ (دنیا کی محبت اور موت سے بیزاری اور فرار) دور نہیں کرتے ان کے لئے باعزت اور پرسکون زندگی گزارنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

مسلمانوں کا باہمی اختلاف وعداوت اور اس کی تباہ کاریاں:

قرآن پاک اور تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں جب ہم مسلمانوں کی موجودہ بدحالی اور بے توقیری کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں ایک اور زبردست عامل بھی کارفرما نظر آتا ہے' وہ ہے مسلمانوں کا حد سے بڑھا ہوا باہمی اختلاف' قرآن پاک میں مسلمانوں کے باہمی نزاع اور اختلاف کو مسلمانوں کی ہوا اکھڑنے اور ان کی دھاک ختم ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل شانہ کا ارشاد ہے:

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور باہم نزاع نہ کرو ورنہ ناکام ہوجاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور

صبر کرو، بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔" (انفال:۴۶)

دورِ حاضر میں جب ہم گھر اور خاندان کی سطح سے لے کر ملک کی سطح تک مسلم سماج کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں مسلم سماج میں سب سے نمایاں مرض باہمی عداوت، اختلاف اور انتشار نظر آتا ہے، اسلامی اور انسانی اخوت کا رشتہ بہت کمزور پڑ گیا ہے، گھر گھر میں شدید مخاصمت اور جنگ ہے، قریب ترین عزیزوں میں دشمنوں سے بڑھ کر دوری ہے، بھائی بھائی باپ بیٹے ماں بیٹی میں عداوت اور قطع تعلق ہے، ہر شخص دوسرے کا بدخواہ ہے، آپس میں اخوت و محبت الفت و صلہ رحمی ختم ہو چکی ہے، ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا شریک غم ہونے کے بجائے اس کی مصیبت پر ہنستا اور خوش ہوتا ہے، ہمارے سماجی اتحاد کا شیرازہ بکھر چکا ہے، صلہ رحمی، تعلقات کی اصلاح اور اخوت اسلامی کے سلسلے کی اسلامی تعلیمات بالکل فراموش کر دی گئی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات تو یہ ہیں:

"تم دوسرے کے متعلق بدگمانی سے بچو، کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے، تم کسی کی کمزوریوں کی ٹوہ میں نہ رہا کرو اور جاسوسوں کی طرح رازدارانہ طریقے سے کسی کے عیب معلوم کرنے کی کوشش بھی نہ کیا کرو، اور نہ ایک دوسرے پر بڑھنے کی بے جا ہوس کرو، نہ بغض و کینہ رکھو اور نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، بلکہ اے اللہ کے بندو! اللہ کے حکم کے مطابق بھائی بھائی بن کر رہو۔" (بخاری و مسلم)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں ایک ایسی چیز نہ بتاؤں جس کا درجہ روزے، زکوٰۃ اور نماز سے بڑھا ہوا ہے؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: آپ ضرور بتائیں! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ چیز باہمی تعلقات کی درستگی ہے اور باہمی تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والا ہے۔ (ابوداؤد)

سارے اہل ایمان ایک انسان کی طرح ہیں، اگر ایک شخص کی آنکھ میں درد ہوتا ہے اور اگر اس کے سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم مبتلائے درد ہو جاتا ہے (اسی طرح) اگر ایک مومن کو تکلیف پہنچتی ہے تو تمام اہل ایمان اس درد کی کسک محسوس کرتے ہیں۔ (مسلم)

اس قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی، جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات کے بالکل برعکس مسلم سماج انتشار اور بکھراؤ کا شکار ہے، گھر کی سطح سے لے کر ملک کی سطح تک مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے، ان کا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا ہے، ہر گھر اور خاندان میں قطع رحمی اور تعلقات کا بگاڑ ہے، اگر کسی کے دل میں مسلمانوں کے اتحاد کا خیال آتا بھی ہے تو وہ گھر اور محلے کی سطح سے اصلاح و اتحاد کی کوشش شروع کرنے کے بجائے ملکی اور بین الاقوامی سطح سے اتحاد کی کوشش شروع کرتا ہے، اس لئے یہ غیر فطری کوشش ناکام ہو کر رہ جاتی ہے۔

مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ ان کی عزت و شوکت بحال ہو اور ماضی کی طرح اقوام عالم میں ان کا وزن محسوس کیا جائے اور باعزت مقام دیا جائے تو انہیں اپنی صفوں میں دین کی بنیاد پر اتحاد پیدا کرنا ہوگا، آپس کے تعلقات سدھارنے ہوں گے اور رشتہ اخوت مضبوط کرنے کی کوشش کا آغاز اپنے گھر اور خاندان سے کرنا ہوگا اور تدریجاً اسے ملک اور پوری دنیا کی سطح تک لے جانا ہوگا، اصلاح و اتحاد کی کوششوں کے بغیر مسلمان تو دنیا میں باعزت مقام پا سکتے ہیں اور نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے حضور سرخ رو ہو سکتے ہیں۔

مسلمان ظلم و جارحیت سے پرہیز کریں:

موجودہ حالات کے پس منظر میں مسلمانوں کو جارحیت سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے، اپنی طرف سے جارحیت کا آغاز نہیں ہونا چاہئے، مسلمان نہ دھمکیوں سے ہراساں ہوں نہ افواہوں سے مشتعل ہوں، افواہوں کے بارے میں قرآن پاک میں صریح ہدایت ہے:

"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق
تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لو،
کہیں کسی قوم پر نادانی سے جا نہ پڑو،
پھر تمہیں اپنے کئے پر پچھتاوا ہو۔"
(حجرات:۶)

حالات اکثر و بیشتر افواہوں سے بگڑتے ہیں، بے سر و پیر کی افواہوں پر ادنیٰ تحقیق کے بغیر یقین کر لیا جاتا ہے اور کوئی کارروائی کر گزرتا ہے، اس کے نتیجے میں تشدد کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور بہت سے بے قصور افراد حالات کا شکار ہو جاتے ہیں، قتل و غارت گری کا بازار گرم ہو جاتا ہے...... اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں (خواہ مسلمان ہوں یا کافر) پر ظلم سخت ناپسندیدہ ہے۔ بے قصوروں کا خون کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت و نصرت ختم ہو جاتی ہے، اس لئے مسلمانوں کی دینی ذمہ داری ہے کہ افواہوں اور

اشتعال انگیزیوں کے جواب میں صبر وتحمل پر کاربند ہوں اور ٹکراؤ سے ہرممکن احتراز کریں۔ قرآن کریم و حدیث نبویؐ میں ظلم کی سخت مذمت آئی ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مظلوم کی بددعا سے بچو! اس لئے کہ وہ اللہ سے اپنا حق مانگتا ہے اور بے شک کسی صاحب حق کو اللہ تعالیٰ اس کے حق سے محروم نہیں کرتا ہے۔"

جارحیت کا مقابلہ اور مدافعت ایک مذہبی فریضہ:

اللہ تعالیٰ ظلم کو کسی حال میں پسند نہیں کرتا' اس لئے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ ظلم سے مکمل پرہیز کریں' لیکن جب مسلمانوں کی جان و مال' عزت وآبرو اور دینی شعائر پر حملہ کیا جارہا ہو' ایسی صورت میں جارحیت کا منہ توڑ جواب دینا اور اپنی جان و مال عزت وآبرو اور دینی شعائر مذہبی مقامات کی حفاظت کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ اور دستوری وقانونی حق ہے' اگر دشمن جان ومال پر حملہ آور ہو' عزت وآبرو پر دست درازی کررہا ہو' اسلامی شعائر کی بے حرمتی کررہا ہو تو اسلام مسلمانوں کو خاموشی اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتا' بزدلی کی تلقین نہیں کرتا بلکہ ایسے موقعوں پر اسلام نے صاف حکم دیا ہے کہ دشمن سے بھرپور مقابلہ کیا جائے' اس کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملادیا جائے' جارحیت پسند دشمن کو عبرت ناک سزادی جائے کہ آئندہ پھر وہ کبھی مسلمانوں کی جان ومال' عزت وآبرو اور دینی شعائر کو لقمہ تر سمجھنے کا خیال دل میں نہ لائے' جان ومال' عزت وآبرو اور دین کی حفاظت اسلام کی نگاہ میں اتنا عظیم دینی کام ہے کہ اس راہ میں جان دینے والے کو مقام شہادت پر فائز کیا گیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں قتل کیا گیا وہ شہید ہے جو شخص اپنے خون (جان) کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے' جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے' جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل کیا گیا وہ شہید ہے۔" (ترمذی شریف)

اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے کہ مسلمان امن پسندی اور عدم جارحیت کی پالیسی پر کاربند ہونے کے باوجود اپنے تحفظ کی جانب سے غافل نہ ہوں' احتیاطی اور حفاظتی تدابیر اختیار کریں' جارح حملہ آوروں کی کثرت تعداد اور مرعوب کن ساز وسامان ان کے عزم وحوصلے میں کمزوری اور پاؤں میں لغزش نہ پیدا کریں۔ سچا مسلمان نہ تو حوصلہ شکن حالات سے گھبراتا ہے نہ دشمنوں کی کثرت سے مرعوب ہوتا ہے بلکہ حالات کی سنگینی اس کے ایمان وتوکل میں اضافہ کرتی ہے۔ قرآن پاک میں اہل ایمان کی شان یہ بیان کی گئی ہے:

"جن سے کہا لوگوں نے کہ لوگوں نے تمہارے مقابلے کے لئے سامان اکٹھا کیا ہے' لہٰذا تم ان سے ڈرو تو ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور بولے کہ ہمارے لئے ہمارا اللہ کافی ہے اور خوب کارساز ہے۔" (آل عمران:۱۷۳)

خلاصہ کلام:

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اسباب کی اس دنیا میں مسلمانوں کو حالات میں تبدیلی لانے کے لئے ظاہری اسباب کی طرف توجہ ضروری ہے' لیکن اسی کے ساتھ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اہم اسباب کو اسباب ہی کی حد تک اختیار کریں۔ ان پر تکیہ نہ کرلیں اور واقعات کے حقیقی اور باطنی اسباب جن کا علم قرآن وحدیث سے ہوتا ہے ان کی طرف سے ہم غافل نہ ہوجائیں' کتاب وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی مشکلات اور پریشانیوں کا حقیقی علاج یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنی بداعمالیوں کا جائزہ لے کر خلوص دل کے ساتھ گناہوں سے توبہ واستغفار کرے' اپنی زندگی کے تمام تقاضوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالے' اپنے سماج سے برائیوں کو ختم کرنے اور نیکیوں کو پھیلانے کی پوری جدوجہد کرے۔

برادران وطن کو اپنے قول وعمل اخلاق وکردار سے اسلام کی طرف بلائے' اسلام کی سچی دلکش تصویر ان کے سامنے پیش کرے' اگر مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کریں گے تو انشاء اللہ حالات میں اچھی تبدیلیاں ہوں گی' غیبی نظام کے تحت بدتر حالات ختم ہوکر مسلمانوں کے لئے انتہائی سازگار حالات پیدا ہوں گے' اور خدانخواستہ اگر موجودہ حالات و مشکلات کے حقیقی اسباب کو نظرانداز کیا جاتا رہا اور ان کے بارے میں مسلسل غفلت کا رویہ اختیار کیا گیا تو تنہا ظاہری اسباب کا اختیار کرنا کچھ کام نہ دے گا اور حالات تیزی سے بگڑتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اعمال درست کرنے' برائیوں سے دور رہنے اور سماج میں نیکیوں کو پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے اور امن و عافیت کی زندگی نصیب فرمائے۔ (آمین)

☆☆..........☆☆

ازافادات: حضرت مفتی محمد عبدالسلام چاٹگامی مدظلہ
(سابق رئیس دارالافتاء علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

ضبط وترتیب: مفتی عبدالقیوم دین پوری
(دارالافتاء "ختم نبوۃ" کراچی)

قربانی کی اہمیت اور اس کے مسائل

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ شان والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں' قربانی کے ایام میں سب نیکیوں سے بڑھ کر نیکی قربانی کرنا ہے۔ قربانی کے جانور ذبح کرنے کے وقت سب سے پہلے خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے' اس سے پہلے ہی قربانی اللہ کے یہاں قبول ہو جاتی ہے۔"

(مشکوۃ شریف ص:۱۲۸)

اسی طرح حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"قربانی کے جانور کے جسم پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلہ میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔" (مشکوۃ ص:۱۲۹)

اس طرح ایک قربانی سے لاکھوں' کروڑوں نیکیاں مل جاتی ہیں۔ جس پر قربانی واجب ہے وہ بھی نیت زیادہ سے زیادہ ثواب وتقرب کی کرے' واجب تو ادا ہو ہی جائے گا' لیکن اس نیت کی وجہ سے ثواب زیادہ سے زیادہ مل جائے گا۔

قربانی خود اپنی طرف سے اور اپنے زندہ اور مردہ بزرگوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی کی جاسکتی ہے۔

قربانی کی ابتداً دو قسمیں ہیں:

واجب' مستحب۔ واجب کی چند صورتیں ہیں:

(الف) اگر کسی نے قربانی کی نذر کی ہو تو نذر کی وجہ سے قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ خواہ نذر کرنے والا فقیر ہو یا غنی۔

(ب) اگر کسی فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اس سے بھی قربانی ضروری اور واجب ہوتی ہے۔

(ج) اگر کسی نے قربانی کے لئے وصیت کی ہے اور مال بھی چھوڑا ہے' جس سے قربانی ہو سکے تو اس وصیت کی رو سے ولی یا وصی پر قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

(د) جو مسلمان مرد اور عورت' عاقل و بالغ مقیم ہو اور صاحب نصاب ہو اس پر قربانی واجب ہے۔

اور واجب کے تمام اقسام میں سے نذر والی قربانی کا گوشت مستحقین میں صدقہ کرنا ضروری ہے۔ صاحب نذر خود اور اس کے اصول اور فروع' غنی نہیں کھا سکتے' یہی حکم وصیت کا بھی ہے' باقی تمام قربانی اور صاحب نصاب کی واجب والی قربانی کا گوشت خود اور تمام رشتہ دار غنی وفقیر سب کھا سکتے ہیں۔

نابالغ بچے اور مجنون کے پاس اگر مال ہو تو ان پر قربانی صحیح قول کے مطابق ضروری اور واجب نہیں' ولی کے لئے ان کے مال سے قربانی کرنا درست نہیں' البتہ اپنے مال سے ولی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا باپ کے ذمہ ضروری نہیں' اگر اولاد خود مالدار ہے تو وہ خود قربانی کرے' یا باپ کو اجازت دیوے' بالغ اولاد کی اجازت سے باپ ان کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے' یہی حکم بیوی کے لئے بھی ہے کہ شوہر کے ذمہ اس کی قربانی ضروری نہیں' البتہ شوہر بیوی کی اجازت سے اس کی قربانی کر سکتا ہے۔

مالدار صاحب نصاب مسافر پر قربانی واجب نہیں' خواہ سفر حج ہو یا کوئی اور سفر' البتہ مستحب یہ ہے کہ سہولت اور مال موجود ہونے کی صورت میں قربانی کی جاوے۔

قربانی کے ایام ثلثہ: دس' گیارہ اور بارہ تاریخ میں سے اگر آخری روز مقیم ہو گیا بلکہ آخری گھنٹہ میں بھی مقیم ہو گیا تو قربانی کرنا واجب ہو گیا۔

نصاب قربانی:

وجوب قربانی کا نصاب وہی ہے جو صدقۂ فطر کے لئے ہے۔

جس کے پاس رہائش کا مکان' کھانے پینے کا

سامان' استعمال کے کپڑے' دیگر ضروری الاستعمال اشیاء سواری وغیرہ کے علاوہ ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے برابر نقد رقم اور دوسرے سامان' مکان' گاڑی موجود ہوں تو اس پر قربانی واجب ہے۔

واضح رہے کہ نصاب قربانی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس پر سال گزر جاوے' یہ بھی ضروری نہیں کہ مال تجارت ہو یا مال زکوۃ بلکہ حوائج ضروری سے زائد جو بھی مال ہوگا اس کا اعتبار ہوگا۔

لہٰذا جس کے پاس رہائش کے مکان کے علاوہ زائد مکان موجود ہے' خواہ تجارت کے لئے ہو یا نہ ہو' ضروری مکان کے لئے پلاٹ کے علاوہ پلاٹ ہیں' ضروری سواری کے علاوہ دوسری گاڑیاں ہیں تو یہ شخص قربانی کے حق میں صاحب نصاب ہے' اس پر قربانی واجب ہے۔

تجارتی سامان خواہ کوئی بھی چیز ہو اگر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہیں' اس کے مالک پر قربانی واجب ہوگی۔

اور اگر مہر موجل ہے تو اس کی وجہ سے عورت پر قربانی واجب نہ ہوگی۔

صاحب مکتبہ' کتابوں والا اگر ذاتی مطالعہ کے لئے ہیں' ایک نوع کی کتاب کے متعدد نسخے نہیں ہیں' تو نصاب میں اس کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ دوسرے مال کا اعتبار ہوگا۔

اگر کتب خانہ ایسے آدمی کے پاس ہے جو خود تعلیم یافتہ نہیں بلکہ دوسروں کے مطالعہ کے لئے رکھی ہیں تو صاحب کتب پر قربانی واجب ہوگی۔

کاشتکار اور کسان جن کے پاس ہل چلانے اور دوسری ضرورت کے علاوہ جانور اتنے موجود ہیں کہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہیں تو اس کی وجہ سے قربانی واجب ہے اور اگر ایسا نہیں اور دوسرا کوئی مال نہیں تو قربانی واجب نہیں۔

قربانی کے ایام میں قربانی کا جانور ذبح کرنا ضروری ہے۔ اس کے بدلہ میں رقم صدقہ کردینا' حج کرنا' کرانا' کسی غریب کو امداد کردینا کافی نہیں۔ ان چیزوں کو کرنے کے باوجود صاحب نصاب قربانی نہ کرنے کا گناہ گار ہوگا۔

قربانی میں نیابت درست ہے کہ ایک دوسرے شخص کے لئے نائب اور وکیل بنے اور قربانی کرے' خواہ دونوں ملک میں ہوں یا دو ملکوں میں۔

صاحب قربانی اگر قربانی کے لئے رقم کسی ملک میں بھیج دیوے اور کسی کو قربانی کے لئے کہہ دے تو اس طرح رقم بھیج کر قربانی کرنا بھی درست ہے۔

اگر ایک جانور قربانی کی نیت سے خریدا گیا اور اس کے بدلہ میں دوسرا جانور دینا چاہیں تو دوسرا جانور اس سے کم قیمت پر نہ دیں۔ اگر اس سے کم قیمت پر خریدا تو پہلے اور دوسرے جانور کی قیمت میں جتنا فرق ہے اس کو صدقہ کردیوے۔

قربانی کے لئے صاحب نصاب کا خریدا ہوا جانور اگر گم ہوگیا اور دوسرا خریدا بعد میں پہلا بھی مل گیا تو دونوں میں سے کسی ایک کا کرنا واجب ہے' دونوں کا کردینا مستحب ہے' لیکن فقیر نے اگر ایسا کیا تو اس پر دونوں کا قربانی کرنا واجب ہے۔

قربانی کی نیت سے جانور خریدا' عین ذبح کے وقت صاحب قربانی کو نیت کا خیال نہ رہا تو قربانی ہوجائے گی۔

بکری' دنبہ' بھیڑ میں صرف ایک شخص کی قربانی ہوسکتی ہے۔ بڑے جانور گائے' اونٹ' بھینس میں سات افراد شریک ہوسکتے ہیں۔

چند افراد مل کر مشترکہ رقم سے کسی میت کے لئے ایک حصہ قربانی نہیں کرسکتے' البتہ اس کے لئے ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ سب لوگ اپنے حصے کی رقم کسی ایک کو ہبہ کردیں اور وہ ایک حصہ قربانی کا جس کے نام پر کرنا چاہتے تھے' کردے۔ اسی طرح قربانی بھی ہوجائے گی اور میت کو ثواب بھی مل جائے گا۔

اگر قربانی کے جانور میں شریک افراد میں سے کسی نے ثواب کی نیت نہ کی' نہ ہی واجب ادا کرنے کی نیت کی ہے بلکہ گوشت کھانے یا شادی کی دعوت نمٹانے کی نیت کی تو اس سے قربانی صحیح نہ ہوگی اور کسی کی نہیں ہوگی۔

قربانی کے جانور شریک افراد میں سے کسی نے نفل قربانی' اور کسی نے واجب کی نیت کی' یا کسی نے قربانی اور دوسرے نے عقیقہ کی نیت کی تو قربانی ہوجائے گی' کیونکہ سب کی نیت میں تقرب الی اللہ' ثواب حاصل کرنا موجود ہے۔

شریک نے اگر دوسرے کو وکیل اور نائب مقرر کردیا ہے تو جانور خریدنے اور ذبح کرنے میں نائب کی نیت کافی ہے کہ وہ اصل کی جانب سے قربانی دیوے۔

اگر شرکاء میں سے کسی ایک نے جانور کو ذبح کردیا ہے اور کچھ شرکاء کو خبر بھی نہیں تو اس سے قربانی نہیں ہوگی اور کسی کی نہیں ہوگی۔

قربانی کا جانور اور اس کی تفصیلات:

خصی جانور کی قربانی درست ہے' بلکہ بہتر ہے۔

قربانی کے جانوروں کے لئے بہتر یہ ہے کہ موٹے تازے ہوں' خوبصورت ہوں اور کوئی ایسا عیب نہ ہو جس سے جانور دیکھنے میں بہت برے

معلوم ہوں۔

قربانی کے جانور دو قسم کے ہیں: چھوٹے مثلاً: بکرا' بکری' بھیڑ' دنبہ اور بڑے مثلاً: گائے' بیل' بھینس' بھینسا' اونٹ' اونٹنی' انہیں جانوروں کی قربانی درست ہے' اس کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی درست نہیں۔

کسی نے جانور خریدنے کے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت کی ہے یا نہیں کی تو دونوں صورت میں خریدار اگر غنی ہے تو دوسرے کو شریک کر سکتا ہے۔ البتہ اگر خریدار فقیر ہے تو کسی کو شریک کرنے کی نیت سے دوسرے کو شریک کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔

بکرا' بکری کی قربانی ایک سال سے کم عمر میں صحیح نہیں' خواہ ایک گھنٹہ بھی کم کیوں نہ ہو۔ گائے' بھینس میں دو سال سے کم عمر میں قربانی درست نہیں' اور اونٹ' اونٹنی کی پانچ سال سے کم عمر میں قربانی درست نہیں' دانت نکلنا ضروری نہیں بلکہ مدت پوری ہونی شرط ہے۔

دنبہ اور بھیڑ اگر دیکھنے میں اتنے موٹے ہوں کہ سال بھر عمر کے معلوم ہوں تو ان کی قربانی درست ہے۔

جو جانور کانا یا اندھا ہو یا آنکھ کی تہائی روشنی ختم ہو گئی ہے تو اس سے قربانی درست نہیں۔

پیدائشی اعتبار سے جس جانور کا سینگ نہیں اس کی قربانی درست ہے۔ اسی طرح سینگ اگر ٹوٹ چکا ہے لیکن بنیادی جڑ باقی ہے' ابھری ہوئی ہڈی نظر آتی ہے تو اس کی قربانی درست ہے ورنہ نہیں۔

جس جانور کا پیدائشی طور پر کان نہیں یا دم نہیں' یا کان اور دم سے ایک تہائی سے زیادہ حصہ نہیں ہے تو اس کی قربانی درست نہیں اور اگر کان اور دم دو تہائی باقی ہیں تو اس کی قربانی درست ہوگی۔

جس جانور کے عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے دانت سارے گر گئے لیکن گھاس اور چارہ کھانے میں کوئی دقت نہیں ہوتی تو اس کی قربانی ہو جائے گی۔ (کمافی الہندیہ) لیکن اچھی طرح اگر وہ گھاس وغیرہ نہیں کھا سکتا تو اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔

جس جانور کی ناک نہیں' کٹ چکی ہو اس کی قربانی درست نہیں۔ جو جانور ترچھی آنکھوں سے دیکھتا ہے اس کی قربانی درست ہے۔

جس کے بال کٹے ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے' البتہ قربانی کے لئے خریدنے کے بعد بال وغیرہ کاٹنا مکروہ ہے۔

جس جانور کا تھن نہیں یا ہے لیکن خشک ہو چکا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

جو جانور لنگڑا ہو' تین پاؤں پر چلتا ہو اس کی قربانی درست نہیں' البتہ اگر چوتھائی پاؤں پر ٹیک لگا کر چل سکتا ہے تو قربانی جائز ہے۔

اتنا دبلا بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں' البتہ اگر اتنا دبلا نہیں صرف کمزور ہے باقاعدہ چل پھر سکتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔

جس جانور کو کھجلی یا کوئی جلدی بیماری ہے اور اس کا اثر گوشت تک نہ پہنچا ہو تو اس کی قربانی درست ہے' اور اگر بیماری اور زخم کا اثر گوشت تک پہنچا ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے۔

قربانی کے لئے جانور خریدنے کے بعد اگر ایسا کوئی عیب پیدا ہو گیا' جس کی وجہ قربانی درست نہ ہو تو اس سے قربانی نہ کی جاوے' بلکہ اس کی جگہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے' البتہ صاحب قربانی اگر فقیر تھا تو اس کے لئے وہی کافی ہے۔

ذبح کی تیاری میں اگر کوئی عیب پیدا ہو گیا' ٹانگ ٹوٹ گئی یا آنکھ خراب ہو گئی تو کوئی حرج نہیں' اس کی قربانی صحیح ہے۔

ذبح کرنے کے وقت صاحب قربانی کا موجود رہنا مستحب ہے اور خود ذبح کر سکتے تو خود کریں ورنہ قصائی کے ذریعہ ذبح کریں: بسم اللہ' اللہ اکبر کہنے کی تلقین کرے تاکہ غلطی نہ کرے۔

ذبح کرنے کے وقت اگر یاد ہو تو یہ دعا پڑھے ورنہ کوئی دعا ضروری نہیں' دل سے نیت کافی ہے۔

دعا اگر پڑھنا چاہیں تو یہ ہے:

"انی وجهت وجهی للذی فطر السموت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین ان صلوتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین لا شریک له وبذلک امرت وانا من المسلمین اللهم منک ولک."

پھر بسم اللہ' اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دے اور ذبح کرنے کے بعد اگر یاد ہو تو یہ دعا پڑھے:

"اللهم تقبله منی کما تقبلت من حبیبک محمد و خلیلک ابراهیم علیهما الصلوة والسلام."

دعا اگر یاد نہ ہو تو ضروری نہیں کہ یاد کرے' پھر ذبح کرے۔

قربانی کی ایام اور اوقات:

شہروں میں جہاں نماز عید ہوتی ہو وہاں پر نماز عید سے قبل قربانی کے جانور کا ذبح کرنا درست نہیں' البتہ گاؤں جہاں پر عید کی نماز نہیں ہوتی فجر کے بعد ذبح کر سکتے ہیں۔

ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کی صبح سے بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب تک ایام نحر قربانی کے دن ہیں اس کے آگے اور پیچھے قربانی صحیح نہیں۔

قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کی جگہ پر رقم صدقہ کر دینا حج کرنا یا کسی کو امداد کر دینا یا پورا جانور صدقہ کرنا کچھ بھی درست نہیں اس سے قربانی ادا نہ ہوگی۔

کسی غفلت سے اگر قربانی کے ایام میں قربانی نہیں کر سکے تو بعد میں ایک قربانی کی رقم صدقہ کر دینا واجب ہے۔

اگر قربانی کے ایام میں جانور خریدنے کے باوجود کسی عذر شدید کی بنا پر قربانی نہیں کر سکے تو اس جانور کو صدقہ کر دے' اب اس کو ذبح کر کے کھانا درست نہیں۔

قربانی کے دنوں میں جانور کو ذبح کرنے سے قبل اگر صاحب قربانی کا انتقال ہو گیا تو قربانی ساقط ہوگی' بشرطیکہ آدمی غنی ہو فقیر نہ ہو' البتہ ورثاء اگر میت کی جانب سے قربانی کر دیں تو بہتر ہے۔

قربانی کے ایام میں رات کو ذبح کرنا بھی درست ہے' البتہ مکروہ ہے' بہتر نہیں۔

قربانی کا گوشت:

قربانی اگر نذر اور وصیت کی ہو تو اس کا گوشت فقراء و مساکین میں صدقہ کر دینا ضروری ہے۔ صاحب قربانی یا اس کے اصول و فروع اور غنی اس کا گوشت نہیں کھا سکتے' اس کے علاوہ ہر قسم کی قربانی کا گوشت خود صاحب قربانی اور تمام رشتہ دار کھا سکتے ہیں' فقیر و غنی سب کھا سکتے ہیں۔

ایک تہائی گوشت کا فقراء و مساکین میں تقسیم کر دینا اور ایک تہائی عزیز و اقارب کو دینا اور ایک تہائی اپنے بال بچوں کے لئے رکھنا مستحب ہے۔

قربانی کے جانور خریدنے کے بعد اس کا دودھ نکالنا' بال کاٹنا یا اس سے کوئی فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہے۔ جتنا فائدہ حاصل کیا ہو اتنی مقدار رقم صدقہ کر دینا ضروری ہے' نکالا ہوا دودھ اور کاٹے ہوئے بال اگر موجود ہوں تو اسے صدقہ کر دینا چاہئے۔

کھانے کے چیز کے علاوہ کسی دوسری چیز کے بدلے میں قربانی کا گوشت دینا یا فروخت کرنا یا قصائی اور ملازم کو اجرت میں دینا جائز نہیں' اگر کسی نے ایسا کیا ہے تو اس کی مقدار پیسے صدقہ کرے۔

قربانی کی کھال خود صاحب قربانی اپنے استعمال میں لا سکتا ہے' یا کسی دوست کو استعمال کے لئے ہبہ کر سکتا ہے۔ خود فروخت کر کے پیسے نہیں کھا سکتا' نہ ہی فروخت کر کے پیسے لے کر کسی غنی کو دے سکتا ہے۔

کسی ملازم کی تنخواہ کے عوض میں خواہ نجی ملازم ہو یا اوقات کا ملازم ہو' امام و موذن یا خادم ہو ان میں سے کسی کو قربانی کی کھال نہیں دے سکتے' مگر یہ کہ مستحق زکوٰۃ ہو۔

قربانی کی کھال یا اس کی رقم کسی ایسی جماعت یا انجمن وغیرہ کو دینا درست نہیں جو کہ اس کی رقم مستحقین میں صرف نہیں کرے گی' بلکہ جماعتی اور ادارے کے پروگرام مثلاً کتابوں اور رسائل کی طباعت' یا ہسپتال شفاخانے کی تعمیر' کارکنوں اور ورکروں کی تنخواہ میں صرف کرے گی' کیونکہ کھالوں کی رقم مستحقین کے ملک میں دینا ضروری ہے۔ البتہ ایسے ادارے اور انجمن کو دینا درست ہے کہ وہ واقعی مستحقین زکوٰۃ و صدقات پر رقم خرچ کرے گی۔

کھالوں اور ان کی رقم کے بارے میں لوگ عام طور پر بے احتیاطی کرتے ہیں اور بھاری رقم خرچ کر کے جو قربانی کرتے ہیں اسے خراب کر دیتے ہیں۔ اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔

ایام تشریق ذی الحجہ کی نویں تاریخ کی صبح سے تیرہ تاریخ کی عصر کی نماز تک ہر فرض نماز کے بعد بالغ مرد اور عورت پر تکبیر تشریق معمولی اونچی آواز سے ادا کرنا واجب ہے۔

تکبیر تشریق یہ ہے:

"اللہ اکبر' اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ و اللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔"

☆☆............☆☆

توجہ فرمائیں

فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فتنوں سے باخبر رہنے کے لئے ہفت روزہ "ختم نبوت" کا مطالعہ کیجئے۔ اس کے خریدار بنئے اور دیگر دوست و احباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ ہفت روزہ "ختم نبوت" میں اشتہار دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے وہاں آپ اس کار خیر میں شریک ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ محبت و تعلق کی بنا پر قیامت کے دن باعث شفاعت کا ذریعہ بھی بنیں گے۔

قارئین اور جماعتی احباب متوجہ ہوں

قارئین اور دیگر جماعتی احباب سے اپیل ہے کہ قادیانیوں کی شرانگیز سرگرمیوں اور ان کی ارتدادی تبلیغ کی اطلاع ملتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی دفتر کو اس سے آگاہ کریں تاکہ قادیانیوں کی اس فتنہ انگیزی کا بروقت سدباب کیا جا سکے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا جا سکے۔

اخبار عالم پر ایک نظر

عقیدۂ ختم نبوت اسلام کی روح اور ایمان کی بنیاد ہے: حضرت مولانا عبدالحکیم نعمانی

ساہیوال (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی نے ضلع ساہیوال کی سطح پر تبلیغی دورے کئے' اس دوران انہوں نے مسئلہ ختم نبوت' حیات عیسیٰ علیہ السلام اور ظہور مہدی کے متعلق پر مغز تقاریر کیں۔ جامع مسجد غلہ منڈی' جامع مسجد رابعہ' جامع مسجد میناروالی' مدرسہ جامع محمدیہ کوٹ ۸۶' جامع مسجد شیخ برکت' جامع مسجد سبیل الرحمت' جامع مسجد الحبیب' جامع مسجد عثمان غنیؓ' جامع مسجد بلال اور جامع مسجد مدینہ سمیت اسکولوں اور کالجوں میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عقیدۂ ختم نبوت اسلام کی روح اور ایمان کی بنیاد ہے۔ ناموس رسالت کا تحفظ ہر مسلمان کا فریضہ ہے۔ ختم نبوت کا منکر خارج از اسلام ہے۔ فرنگی سامراج کے اشاروں پر ناچنے والا قادیانی عنصر رفاہی وفلاحی کاموں کی آڑ میں نوجوان نسل کا ایمان لوٹ رہا ہے۔ تابناک اور روشن مستقبل کا جھانسہ دے کر عوام الناس کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں مصروف ہیں' لیکن وہ چند ٹکوں کے عوض مسلمانوں کے دلوں سے عقیدۂ ختم نبوت والی دولت اور جذبہ جہاد کو ختم نہیں کر سکتے۔ بعدازاں نعمانی صاحب نے قصبہ نور شاہ کا تبلیغی دورہ کیا' جامع مسجد مدینہ اور جامع مسجد چک ۱۵ میں مختلف اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مخبر صادق نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ الرضوان تشریف لا کر دجال اکبر کا مقابلہ کریں گے لیکن الحاد و ارتداد کی چکی میں پسے ہوئے قادیانیوں نے بعض عقلی شکوک وشبہات کے ذریعے عوام کے ذہنوں کو مشوش کیا ہوا ہے۔ علاوہ ازیں مبلغ ختم نبوت مولانا عبدالحکیم نعمانی کبیر شریف تشریف لے گئے۔ وہاں مسجد عثمانیہ' مدرسہ تعلیم الاسلام' جامع مسجد کبیر اور مدرسہ تعلیم القرآن میں مختلف عوامی اجتماعات سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ۵۰۰ سے زائد کلیدی عہدے قادیانیوں کے سپرد کرنے سے ملک کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدیں غیر محفوظ ہو گئی ہیں اور دشمنوں تک اہم راز پہنچانا آسان ہو گئے ہیں۔ ملک کے اسلامی و نظریاتی تشخص کو ختم کرنے کے لئے اسلام دشمن طاقتوں کو پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حدود آرڈی نینس کے خاتمہ کا مطالبہ کرنے والی ملکی و غیر ملکی لابیاں اسلام پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکیں' حدود آرڈی نینس کسی انگریز اور استعماری قوتوں کے کالے قوانین نہیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جاری کردہ احکامات ہیں۔ ان کے خاتمہ کا مطالبہ کرنے والی لابیاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ چاہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حدود آرڈی نینس کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کرنے والے عناصر مرتد ہیں۔ حکومت پاکستان کا اولین فرض ہے کہ مرتد کی شرعی سزا' سزائے موت نافذ کرے تا کہ آئندہ کسی بے دین کو اس قسم کی لغویات بکنے کی جسارت نہ ہو۔ دریں اثناء مولانا عبدالحکیم نعمانی نے ملکہ ہانس اور عارف والا کا تبلیغی دورہ بھی کیا۔ تحصیل چیچہ وطنی میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے جان قربان کرنے کے عزم کا اظہار کیا۔ تبلیغی اسفار کے دوران انہوں نے مختلف مقامات پر مقامی جماعتوں کی ''رفتار کار'' کا خوب جائزہ لیا۔ جماعتی احباب سے ملاقات اور تنظیمی امور کے حوالے سے بھی تبادلہ خیال کیا۔

اظہار تعزیت

ہمارے مرکزی دفتر کے ساتھی قاری محمد حفیظ اللہ منیجر ماہنامہ ''لولاک'' کے والد محترم جناب عبدالحمید صاحب گزشتہ دنوں بقضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کچھ عرصے سے صاحب فراش تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اراکین اور کارکنان ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور ان کی بلندی درجات کی دعا کرتے ہیں۔ مرحوم نے پسماندگان میں بیوہ کے ساتھ پانچ بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

اعلان

عیدالاضحیٰ کی تعطیلات کے باعث شمارہ ۳۶/۳۷ کو یکجا کیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر شاہ نفیس الحسینی مدظلہ کی گرفتاری اور مدارس پر چھاپے ریاستی دہشت گردی اور یہودی/قادیانی سازش ہے

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر شاہ نفیس الحسینی مدظلہ کی گرفتاری اور مدارس پر چھاپے ریاستی دہشت گردی اور یہودی/قادیانی سازش ہے۔ حکومت اس سازش کے پس پردہ کرداروں کو بے نقاب کرے اور انہیں قرار واقعی سزا دے تاکہ آئندہ کوئی حکومت اور دینی طبقہ کو لڑانے کی ناپاک جسارت نہ کرے۔ ان کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام بخاری ہال گوجرانوالہ میں تمام مکاتب فکر کی دینی اور سیاسی جماعتوں کے ہنگامی اجلاس میں کیا گیا۔ جس کی صدارت جمعیت اتحاد العلماء پاکستان کے ناظم اعلیٰ علامہ غلام رسول راشدی نے کی۔ اجلاس سے پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی، جمعیت اتحاد العلماء پاکستان کے مرکزی رہنما مولانا حافظ محمد عارف، مرکزی جماعت اہلسنت پنجاب کے سیکرٹری قاری محمد سلیم زاہد، جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ ضلع گوجرانوالہ کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالرشید نعمانی، ڈپٹی سیکرٹری مولانا حافظ محمد صدیق، متحدہ مجلس عمل ضلع گوجرانوالہ کے سیکرٹری اطلاعات بابر رضوان باجوہ، جمعیت العلماء پاکستان کے رہنما صاحبزادہ ریاض الرحمن ہزاروی، جمعیت علماء اسلام (ف) ضلع گوجرانوالہ کے امیر مولانا عبدالمالک شاذ، سٹی سیکرٹری جنرل مولانا منظور احمد سبحانی، جمعیت علماء اسلام (س) ضلع گوجرانوالہ کے صدر مولانا علی احمد جامی، ممتاز عالم دین مولانا غلام کبریا شاد، مولانا مفتی عطاء الرحمن ملتانی، جمعیت علماء اسلام تاجر ونگ کے صدر محمد اکمل بٹ، سرپرست رانا محمد اکبر، جمعیت شبان اہلسنت کے نگران میاں محمد اسماعیل اختر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا قاری محمد یوسف عثمانی، مولانا حافظ محمد ثاقب، سید احمد حسین زید، مولانا محمد الیاس قادری، مولانا محمد امان اللہ قادری، قاری عبدالغفور آرائیں، جامع احیاء العلوم کے ناظم مولانا حافظ احمد اللہ گورمانی اور دیگر نے خطاب کیا۔

اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ جمعۃ المبارک کو یوم احتجاج منایا جائے گا اور رائے عامہ کو اس ریاستی دہشت گردی کے خلاف منظم کیا جائے گا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ شاہ نفیس الحسینی جیسی روحانی و دینی شخصیت کے ساتھ اس طرح کا رویہ عذاب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ حکومت اس رویہ پر معذرت کرے اور آئندہ کے لئے اس کا اعادہ نہ کرنے کا دوٹوک اعلان کرے۔ اجلاس میں جماعت اہلسنت کے رہنما قاری محمد سلیم زاہد کی تھانہ کوتوالی کی طرف سے گرفتاری کی مذمت کی گئی اور ذمہ دار اہلکاروں کے خلاف کارروائی اور تبادلہ کا مطالبہ کیا گیا۔ اجلاس میں کہا گیا کہ دینی مدارس کے تحفظ کے لئے کسی بھی قربانی سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

نائب امیر مرکزیہ سید نفیس شاہ الحسینی، مدرسہ باقیات الشہداء کو سیل کرنے کی مذمت

گوجرانوالہ (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع گوجرانوالہ کے امیر مولانا حکیم عبدالرحمن آزاد، حافظ شیخ بشیر احمد، مولانا عبدالقدوس عابد، قاری محمد یوسف عثمانی، حافظ احسان الواحد، پروفیسر محمد اعظم نفیسی، مولانا فقیر اللہ اختر، پروفیسر حافظ محمد انور، حافظ محمد ثاقب، مولانا محمد امان اللہ قادری، حافظ محمد معاویہ، سید احمد حسین زید، مولانا محمد الیاس قادری، قاری عبدالغفور آرائیں اور دیگر نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر شاہ نفیس الحسینی اور مدرسہ باقیات الشہداء کے اساتذہ و طلباء کی گرفتاری اور مدرسہ کو سیل کرنے کی مذمت کی اور اس کارروائی کے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ کرتے ہوئے مدرسہ کو فی الفور کھولنے پر زور دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کارروائی سے ملک بھر کے دینی حلقوں اور حضرت شاہ نفیس الحسینی مدظلہ کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں تشویش پائی جاتی ہے۔ حکومت کے ذمہ داران اس واقعہ پر معذرت کریں اور ذمہ دار اہلکاروں کے خلاف کارروائی کی جائے۔

خانقاہوں اور دینی مدارس پر چھاپے حکمرانوں کی بداخلاقی کا ثبوت ہے

حافظ سعید احمد لدھیانوی

کراچی (نمائندہ خصوصی) خانقاہوں اور دینی مدارس پر چھاپے علماء کرام کو تنگ کرنا اور دہشت گردی کے نام پر بدنام کرنا حکمرانوں کی بداخلاقی کا ثبوت ہے۔ ان خیالات کا اظہار جمعۃ المبارک کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے خطیب ختم نبوت حافظ سعید احمد لدھیانوی نے کیا۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر مرکزیہ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب اور ان کے رفقائے کرام کے خلاف جو کارروائی حکومت نے خفیہ ایجنسی کے کہنے پر کی ہے وہ انتہائی افسوسناک ہے۔ انہوں نے کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایک اصلاحی، تبلیغی اور پرامن مذہبی جماعت ہے جو کہ عقیدۂ ختم نبوت اور اسلام کی بقا کی حفاظت کر رہی ہے اور آج تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک عزیز پاکستان کے قانون کی خلاف ورزی نہیں کی ہے۔ اس جماعت کا کردار روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ جماعت ایک محب وطن جماعت ہے لیکن اس کے باوجود ہماری جماعت کے بزرگوں اور کارکنوں کو خواہ مخواہ تنگ کرنا اور انہیں دہشت گردوں کی فہرست میں شامل کرنا قابل مذمت ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضرت شاہ صاحب دامت برکاتہم نے تو اپنا تن من دھن عقیدۂ ختم نبوت اور اسلام کی بقا کے لئے وقف کر رکھا ہے۔ اس لئے ہم حکومت پاکستان سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ جو کارروائی حضرت شاہ صاحب اور ان کے رفقائے خانقاہ کے خلاف کی ہے اس پر حضرت شاہ صاحب اور کارکنان ختم نبوت اور حضرت شاہ صاحب کے معتقدین اور متعلقین سے معافی مانگیں اور آئندہ ایسی ناپاک کارروائی سے گریز کرے اور اس کے علاوہ دینی مدارس پر چھاپے مارنا چھوڑ دے۔ اس لئے کہ یہ دہشت گردی کے اڈے نہیں ہیں بلکہ یہ تو دین کی بقا کی شمع روشن کئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مدارس کے اساتذہ کرام اور طلباء انتظامیہ کو تنگ نہ کریں۔

REGD. NO. SS-160

عقیدہ ختم نبوت کی سربلندی، تحفظ ناموسِ رسالت اور فتنۂ قادیانیت کے استیصال کے لئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ

تعاون کی اپیل

قربانی کی کھالیں

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کو دیجئے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا تعارف :

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملت اسلامیہ کی بین الاقوامی تبلیغی واصلاحی جماعت ہے۔ ☆ یہ جماعت ہر قسم کے سیاسی مناقشات سے علیحدہ ہے۔

☆ تبلیغ اقامت دین خصوصاً عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اس کا طرۂ امتیاز ہے۔ ☆ اندرون وبیرون ملک ۵۰ دفاتر و مراکز ۲ ادینی مدارس ہمہ وقت مصروفِ عمل ہیں۔

☆ لاکھوں روپے کا لٹریچر اردو، عربی انگریزی اور دنیا کی دیگر زبانوں میں چھاپ کر پوری دنیا میں مفت تقسیم کیے جاتے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیرِ اہتمام ہفت روزہ "ختم نبوت" کراچی اور ماہنامہ "لولاک" ملتان سے شائع ہو رہے ہیں۔

☆ چناب نگر (ربوہ) میں مجلس کی سرگرمیاں جاری ہیں اور وہاں دو عالی شان مسجدیں اور دو مدرسے چل رہے ہیں۔

☆ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان میں دار المبلغین قائم ہے۔ جہاں علماء کو رد قادیانیت کا کورس کرایا جاتا ہے، مدرسہ اور دار التصنیف بھی مصروفِ عمل ہیں۔

☆ ملک بھر میں اہلِ اسلام اور قادیانیوں کے درمیان بہت سے مقدمات قائم ہیں۔ جن کی پیروی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کر رہی ہے۔

☆ ہر سال دنیا بھر میں عالمی مجلس کے مبلغین، تبلیغ اسلام اور تردید قادیانیت کے سلسلے میں دورے پر رہتے ہیں۔

☆ اس سال بھی حسب سابق برطانیہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور امریکہ میں بھی متعدد کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ ☆ افریقہ کے ایک ملک مالی میں مجلس کے رہنماؤں کی کوششوں سے ۳۰ ہزار قادیانیوں نے اسلام قبول کیا۔

یہ سب : اللہ تبارک وتعالیٰ کی نصرت اور آپ کے تعاون سے ہو رہا ہے۔

اس کام میں : مخیّر دوستوں اور دردمندان ختم نبوت سے درخواست ہے کہ وہ قربانی کی کھالیں، زکوٰۃ، صدقات اور عطیات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو دے کر اس کے بیت المال کو مضبوط کریں

☆ رقوم دیتے وقت مد کی صراحت ضروری ہے تاکہ اسے شرعی طریقہ سے مصرف میں لایا جاسکے۔

اکاؤنٹ نمبر: UBL-3464 حرم گیٹ برانچ ملتان، NBL-7734, PB-310 حسین آگاہی ملتان

اکاؤنٹ نمبر: NBL-300487-9 ایم اے جناح روڈ برانچ، ABL-927-2 بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان	حضرت سید نفیس الحسینی نائب امیر مرکزیہ	حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ

ترسیل زر کے لئے مرکزی دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان، فون: 514122, 542277 Fax:

دفتر ختم نبوت، پرانی نمائش، ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: 7780337 - 7780340